يايها النبي انا ارسلنك شاهدا و مبشرا
و نذيرا و داعيا الى الله باذنه و

سراجاً منیراً

مع

ازواج النبی ﷺ

شیخ الاسلام حضرت علامہ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا
وَّنَذِيْرًا ۙ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ

سِرَاجًا مُّنِيْرًا

مع

اَزْوَاجِ النَّبِیْ صلی اللہ علیہ وسلم

شیخ الاسلام حضرت علامہ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی

فاران اکیڈمی
۱۷- اردو بازار- لاہور

toobaa-elibrary.blogspot.com
toobaa-elibrary.blogspot.com
toobaa-elibrary.blogspot.com

تقدیم

برصغیر کے ماضی قریب کی علمی شخصیات میں مولانا محمد ابراہیم میرؒ سیالکوٹی کی شخصیت بہت نمایاں اور ممتاز مقام کی حامل ہے۔ آپ نے لگ بھگ سو (100) کے قریب بڑی اور چھوٹی کتب تالیف کی ہیں۔ انگریزوں کے غلبہ واستیلاء کے دور میں عیسائیت کے بعض اہم موضوعات ومباحث کی تردید، قرآنِ مجید کی متعدد سورتوں کی نہایت عالمانہ تفسیر اور سیرۃ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے بعض اہم پہلوؤں کی تبیین وتشریح آپ کے علم وفضل کے مسلمہ شواہد ہیں۔

آپ شیخ الکل سید نذیر حسین مرحوم ومغفور کے ان جلیل القدر تلامذہ میں سے تھے جن کی علمی ودینی خدمات کا دائرہ نہایت وسیع ہے۔ گزشتہ دنوں سیرۃ النبیؐ کے موضوع پر آپ کی ایک مختصر تالیف سراجا منیرا نظر سے گزری۔ سیرت پر عربی واردو اور انگریزی میں لکھی گئی بے شمار کتب سے استفادہ کر چکا ہوں مگر اس کتابچہ کی تاثیر وتاثر اپنی مثال آپ ہے۔ سیرت کے رنگ میں آدمی کو رنگ دینے والی یہ کتاب جس میں زیارت رسولؐ، فیوض وبرکاتِ رسولؐ، صلوٰۃ وسلام رسولؐ، ذکرِ الٰہی اور توبہ واستغفار رسولؐ اور شریعت وطریقت کے بعض گوشوں کا بیان نہایت اچھوتے اور پرتاثیر انداز میں کیا گیا ہے، خود بھی پڑھیں اور اپنے احباب کو بھی پڑھنے کے لئے تحفۃً دیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری زندگی میں بھی سیرت رسولؐ کا رنگ پیدا فرما دے اور پورے انسانی معاشرے کو بھی اسی رنگ سے ہم رنگ کر دے۔ (آمین)

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

لاہور: 16 ربیع الثانی 1423ھ
29 جون 2002ء

امیدوار شفاعت
منیر احمد السلفی

اقتباسات از دیباچہ طبع ثانی!

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ حِزْبِ اللّٰہِ۔ اَمَّا بَعْد۔ کتاب سراجاً منیرا جو آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اسکے مضامین مسلسل مولانا ثناء اللہ مرحوم امرتسری کی حیات طیبہ میں اخبار "اہلحدیث" امرتسر میں شائع ہوتے رہے۔ قارئین کرام نے اپنے حسن مذاق سے اسے بے حد پسند فرمایا۔ پھر ان کے اشتیاق مزید کی وجہ سے اسے کتابی صورت میں طبع کرایا گیا۔ کاغذ کے بہ وقت میسر آنے کے سبب کل پانچ سو نسخے طبع کرائے گئے جو تھوڑے عرصے میں ہاتھوں ہاتھ نکل گئے اور بہت جلد طبع ثانی کی ضرورت محسوس ہوئی۔ شائقین کے شوق بھرے خطوط کثرت سے آتے رہے۔ لیکن میں اسے بوجوہات قبل ازیں نہ چھپوا سکا۔ اب خدا کے فضل سے اس پر نظر ثانی کر کے ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔

اس کتاب میں عنوان "حضور (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کے پسینہ کی خوشبو" کے ضمن میں لکھا گیا ہے۔ کہ "اہل صلاحیت کے دم قدم کی برکت سے بیماریوں اور آفتوں کا دور ہونا اور بارشوں کا بوقت ضرورت برسنا اور رزق اور مال میں افزائش، احادیث صحیحہ مرفوعہ اور آثار صحابہ وتابعین اور دیگر بزرگان دین کے واقعات سے ثابت ہے اور یہ متواترات کی جنس سے ہے۔ اس سے انکار کی گنجائش نہیں۔ اسی کتاب میں شاہ ولی اللہ کے والد ماجد شاہ عبدالرحیمؒ کا قول مذکور ہے۔ من لم یذق لم یدر۔ یعنی جس نے چکھا ہی نہیں وہ نہیں جانتا۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم — چشمۂ آفتاب راچہ گناہ

طالب شفاعت محمد ابراہیم میر سیالکوٹی

دیباچہ طبع اول

کتاب مستطاب

سِراجاً مُنِیراً

تَبَارَکَ الَّذِیْ جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِیْهَا سِرَاجًا وَّقَمَرًا مُّنِیْرًا وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الَّذِیْ اَرْسَلَهٗ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا، وَدَاعِیًا اِلَی اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا، وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَزْوَاجِهِ الَّذِیْنَ اَذْهَبَ اللّٰهُ عَنْهُمُ الرِّجْزَ وَطَهَّرَهُمْ تَطْهِیْرًا، وَعَلٰی اَصْحَابِهِ الَّذِیْنَ فَازُوْا بِطَاعَتِهٖ وَمَحَبَّتِهٖ فَوْزًا کَبِیْرًا

امابعد: پس بندۂ ضعیف وحقیر سراپا تقصیر عاجز محمد ابراھیم میر سیالکوٹی عرض پرواز ہے کہ آج ۱۳۶۱ ہجری کے رمضان شریف کی انتیسویں اور ماہ اکتوبر ۱۹۴۲ عیسوی کی گیارھویں تاریخ ہے اور دن یکشنبہ کا ہے۔ میری ناکارہ عمر[1] ستر سال کے قریب آ گئی ہے۔ ابتدائے جوانی سے اس وقت تک اشاعت توحید و سنت اور ردِّ بدعت وضلالت میں کئی کتابیں لکھ ڈالی ہیں۔ ان سب میں (گو نیت حمایت دین کی تھی لیکن نظر دوسروں کے عیوب ونقائص پر رہی اور اپنے عیوب پر نظر کرنے کی مہلت و فرصت نہ ملی۔ **فانا للہ وانا الیہ راجعون o**

۲۔ کیا اچھا ہوتا اگر ان سیاہ مکتوبی نقوش کے ساتھ کچھ سفید آنسوؤں کے قطرے بھی ہوتے جن سے میرے گناہوں کے سیاہ داغ دھوئے جاتے اور میں ضیائے رحیم و کریم کی نظر رحمت کے لائق ہوجاتا، آہ! وائے برعمر گزشتہ ۔

اے کہ ہفتاد رفت و درخوابی!

شاید کہ دریں ہفت روز دریابی

۳۔ میرے مخلص مقتدی ماسٹر محمد حسین صاحب سکول ماسٹر نے اگلے روز بعد نماز تراویح کے خواہش ظاہر کی کہ کوئی مختصر سا رسالہ لکھ دیا جائے، جو ہم کم فرصت

---

[1] مصنف علام ۱۳ جنوری ۱۹۵۶ مطابق ۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۵ کو اللہ کو پیارے ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

دنیاداروں کے لئے تزکیۂ قلب میں کام آسکے اور اس میں اذکار واوراد، اس طرز پر لکھے جائیں کہ حضور چشمۂ نور سے قلبی تعلق وانس پیدا ہو جائے، اس وقت تو میں نے مسکرا کر ٹال دیا کہ اپنے آپ سے فرصت نہیں تو دوسروں کی صفائی کے لئے کیا کر سکتا ہوں؟ لیکن آج نماز ظہر میں دفعۃً خیال آ گیا کہ عرصہ ہوا کہ آنحضرت ؐ کے فیض قدسی کے متعلق ایک رسالہ لکھنا شروع کیا تھا اگر اس پر نظر ثانی کر کے اور آج ۲۹۔ رمضان شریف کو اس کا آغاز کر کے پورا کر دیا جائے تا کہ اس میں رمضان شریف کی برکت کا اثر ہو سکے تو بہتر ہے حسب عادت تازہ وضو کر کے اور دوگانہ توبہ واسطے استغفار واستعانت کے ادا کر کے اس رسالہ کو شروع کر دیا اور نام اس کا حضور پرنور (ﷺ) کے فیض و برکت کی مناسبت سے سراجاً منیراً رکھا ہے، اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے اور میرے لئے اور اس کے پڑھنے اور اس پر عمل کرنے والوں کے لئے موجب فیض وسعادت اور باعث خیر و برکت کرے اور ماسٹر محمد حسین صاحب کو بھی کہ انہوں نے اس کار خیر کی طرف توجہ دلائی، ثواب جزیل اور اجر جمیل سے بہرہ اندوز کرے کہ آنحضرت ؐ نے فرمایا ہے:

اَلدَّالُّ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِهٖ (مشکوۃ) یعنی نیکی کی راہ بتانے والا (اجر میں) مثل اس کے کرنے والے کے ہے۔

معذرت: آج کل کئی ایک ضخیم اور اہم کتب زیرِ تصنیف ہیں اور فرصت کسی نئی کتاب کی بالکل نہیں ہے۔ لیکن محض رمضان شریف کی برکت حاصل کرنے کے لئے اسے شروع کر دیا ہے۔ اب اللہ ہے کہ اسے پورا کرا دے۔

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ عَضُدِیْ وَنَصِیْرِیْ بِکَ اَحُوْلُ وَبِکَ اَصُوْلُ وَعَلَیْکَ اَعْتَمِدُ وَبِکَ اَسْتَنِدُ فَوَفِّقْنِیْ لِلْاِتْمَامِ وَاَوْصِلْنِیْ اِلَی الْمَرَامِ وَتَقَبَّلْ مِنِّیْ اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ، وَاَنَا عَبْدُکَ الْاٰثِمُ الْمُفْتَقِرُ اِلٰی جَنَابِکَ الْکَرِیْمِ o

محمد ابراھیم میر سیالکوٹی

29 رمضان 1361ھ مطابق 11 اکتوبر 1942ء

تمہیدات

(**تمہید نمبر ۱**:۔ حق تعالیٰ نے جہاں ذات اقدس حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو سارے عالم اور عالمیاں کے لئے رحمت بنایا ہے۔ وہاں آپؐ کو **سراجاً منیرا** (آفتاب عالمتاب) بھی فرمایا ہے کہ دنیا جہان کے لوگ آپؐ سے نور قلبی حاصل کریں۔ **رحمۃ للعلمین** ہونے کی شان دنیا و عاقبت ہر دو جہان کے ہے اور سراجاً منیرا کی صفت امور عاقبت کے لئے ہے کہ جو آپؐ سے عقیدت و محبت رکھتا ہے۔ وہ عاقبت میں درجات عالیہ پاتا ہے اور دنیا میں بھی جو فیض و برکت حاصل ہوتی ہے۔ اس کا انجام بھی ثواب آخرت ہے۔ لیکن آپ کا **رحمۃ للعلمین** ہونا۔ سو سب جہان کے لئے موجب امن و امان ہے۔ مومنوں کے لئے بھی اور کافروں کے لئے بھی مطیعوں، فرمانبرداروں کے لئے بھی اور عاصی گنہگاروں کے لئے بھی اور دیگر جانداروں اور غیر ذی روح اشیاء کے لئے بھی آپ بالواسطہ رحمت ہیں کیونکہ عالمین کے لفظ میں اللہ تعالیٰ کے سوائے سب موجودات آجاتی ہیں۔ اور سراجاً منیرا صرف مومنین متبعین سنت کے لئے ہے۔

قرآن شریف میں سراج کا لفظ صرف دو ہستیوں کے لئے وارد ہوا ہے۔ آفتاب عالمتاب کے لئے جیسے کہ فرمایا:۔

وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا (نوح پ ۲۹)

"یعنی اللہ تعالیٰ نے آسمانوں میں چاند کو نور اور سورج کو چراغ بنایا۔"

نیز فرمایا:۔ **تَبٰرَكَ الَّذِیْ جَعَلَ فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّ جَعَلَ فِيْهَا سِرَاجًا وَّ قَمَرًا مُّنِيْرًا۔**

"(فرقان ۱۹پ) یعنی بہت بلند شان والا ہے، اللہ جس نے بنائے آسمان میں ستارے اور بنایا اس میں چراغ (سورج) اور (بنایا) چاند روشنی والا۔"

اسی طرح سورت نباء میں فرماتا ہے:۔ **وَجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا**

"یعنی اور (بنایا) ہم نے چراغ (سورج) چمکتا۔"

توضیح:۔ عربی زبان میں منیر لازم بھی ہے اور متعدی بھی، لازم کا مفاد یہ ہے کہ وہ روشن ہے اور متعدی کا حاصل یہ ہے کہ دوسرے کو روشنی دینے والا ہے، آفتاب کی بھی یہی شان ہے کہ وہ اپنے آپ میں بھی روشن ہے اور دوسروں کو بھی روشنی دیتا ہے۔ یعنی ستاروں کو چاند کو اور زمین کو۔

اسی طرح حق تعالیٰ نے ذات اقدس آنحضورؐ کی نسبت بھی فرمایا:۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا۔ (احزاب پ)

"یعنی اے بزرگ شان والے نبی! ہم نے آپ کو (اپنی توحید کا) شاہد کر کے اور (جنت کی) خوشخبری دینے والا کر کے اور (دوزخ سے) ڈرانے والا کر کے اور اللہ تعالیٰ کی طرف اس کے اذن سے بلانے والا کر کے اور روشنی دینے والا آفتاب کر کے بھیجا ہے۔"

تفسیر معالم میں اس آیت کے ذیل میں کہا ہے:۔

سماه سراجا لانه يهتدى به كالسراج يستضاء به فى الظلمة (۱۸۷ جلد ۳)

"حق تعالیٰ نے آپؐ کا نام سراج فرمایا ہے کیونکہ آپؐ سے ہدایت حاصل ہوتی ہے۔ مانند چراغ کے کہ اس سے اندھیرے میں روشنی حاصل ہوتی ہے۔"

اسی طرح تفسیر کشاف وغیرہ میں کہا ہے:۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

جلی به ظلمات الشرک واهتدی به الضالون کما یجلی ظلام اللیل بالسراج المنیر و یهتدی به.

اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی ذات سے شرک کے اندھیروں کو آشکار کردیا اور ہدایت پائی آپؐ سے گمراہوں نے جس طرح کہ رات کے اندھیرے آشکار ہوتے ہیں روشن چراغ سے اور راہ دکھائی دیتا ہے اس سے۔

اَوْ اَمَدَّ اللّٰهُ بِنُوْرِ نُبُوَّتِهٖ نُوْرَ الْبَصَائِرِ کَمَا یُمَدُّ بِنُوْرِ السِّرَاجِ نُوْرُ الْاَبْصَارِ۔

(کشاف جلد۲ ۲۱۶)

"یا یہ کہ امداد دی اللہ نے آپؐ کے نور نبوت سے باطنی بصیرتوں کی روشنی کو، جس طرح کہ چراغ کی روشنی سے ظاہری آنکھوں کو امداد پہنچتی ہے۔"

الغرض حق تعالیٰ نے آپؐ کے نور نبوت اور فیض و برکت کو روشن چراغ سے یا آفتاب عالمتاب سے تشبیہ دی ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ جس طرح جسمانیات و مادیات پر روشن چراغ یا آفتاب کی روشنی پڑتی ہے اور ان پر سے ظلمت کے پردے چاک ہو جاتے ہیں اور چیزوں کی اصلیت و حقیقت بغیر کسی قسم کے اشتباہ کے نمایاں ہو جاتی ہیں اور دماغ انسانی وحشت و تردد کی حیرانی و سرگردانی سے آرام پاتا ہے اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے نور نبوت سے شرک و کفر، بدعت و ضلالت، رسوم جاہلیت و توہمات اور نفسانی خواہشات کی کدورتیں اور ظلمتیں دور ہو گئیں اور حق و باطل کی حقیقت غیر مشتبہ طور پر نمایاں ہو گئی اور ہدایت و ضلالت میں واضح طور پر امتیاز ہو گیا۔ جیسا کہ فرمایا:

لَا اِکْرَاهَ فِی الدِّیْنِ قَدْ تَبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ (البقرة ۳پ)

"یعنی دین میں جبر کرنے (کی ضرورت) نہیں کیونکہ ہدایت (بھلائی) گمراہی

(وبدراہی) سے بلاشبہ تمیز ہو چکی ہے۔"

چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ ہیں اور اللہ اور اس کے فرشتوں کی طرف سے آپؐ کے خدا یاد امتیوں پر صلوات و برکات نازل ہوتے رہنے کی خبر[ل] ہے۔ جس سے واضح ہے کہ آپؐ کے امتیوں میں اصحاب صلاحیت اور ارباب یمن و برکت ہمیشہ قائم رہیں گے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے انوار قدسیہ سے حسب استعداد بہرہ اندوز ہوتے رہیں گے، پس آپؐ کا فیض مثل چشمہ جاری کے تا قیام قیامت جاری رہے گا اور اس پر انقطاع و بندش وارد نہیں ہو گی اور چونکہ انبیائے سابقین کی امتوں میں بوجہ ان کے کفر و شرک اور بدعت و ضلالت اور رسوم جاہلیت و توہمات کی ظلمتوں میں پھنس جانے کے ان انبیاء کے انوار حاصل کرنے کی صلاحیت و قابلیت نہیں رہی نیز ان کی شریعتیں ایک حد تک تو منسوخ اور ایک حد تک محرف و مبدل اور ایک حد تک مخلط و مشتبہ ہو کر اصلی حالت پر قائم نہیں رہیں اور ان کی حالت مثل چشمہ غیر صافی و مکدر کے ہو گئی ہے اور وہ لوگ اپنے طریق زندگی میں سنن انبیاء سے منحرف ہو کر مثل ان لوگوں کے ہو گئے ہیں جن کے پاس کوئی کتاب الٰہی یا شریعت نہیں ہے۔ اس لئے ان پر ان انبیاء کے انوار منعکس نہیں ہو سکتے۔ اسی امر کے ایک پہلو میں آنحضرت ﷺ نے حضرت عمرؓ کے آپؐ کے سامنے توراۃ کا مطالعہ کرنے پر فرمایا تھا۔

وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِهٖ لَوْ بَدَا لَکُمْ مُوْسٰی فَاتَّبَعْتُمُوْهُ وَتَرَکْتُمُوْنِیْ لَضَلَلْتُمْ عَنْ سَوَآءِ السَّبِیْلِ وَلَوْ کَانَ حَیًّا وَّاَدْرَکَ نُبُوَّتِیْ لَاتَّبَعَنِیْ ○

رواه الدارمی (مشکوٰۃ شریف ۳۲)

ل سراجاً منیراً والی آیت جو اس وقت زیر تفسیر ہے۔ اس سے پہلے خاتم النبیین والی آیت اور آپؐ کے خدا یاد امتیوں پر خدا کی طرف سے اور اس کے فرشتوں کی طرف سے صلوات و برکات کی بارش ہوتے رہنے کی آیت مذکور ہے۔ (قرآن شریف کھول کر دیکھ لو) پس یہ فائدہ ان کے باہمی ربط و ارتباط سے مستفاد ہے۔ ۱۲ منہ غفرلہ

''قسم ہے اس ذات کی جس کے دست (قدرت) میں محمدؐ کی جان ہے اگر تمہارے سامنے موسیٰ ظاہر ہو جائیں اور تم مجھے چھوڑ کر ان کے پیچھے ہو جاؤ۔ تو تم (اللہ کی) سیدھی راہ سے بہک جاؤ گے اور وہ زندہ ہوں اور میری نبوت پالیں۔ تو ضرور ضرور میرے پیچھے چلیں۔''

حاصل کلام یہ کہ آنحضرت ﷺ کا فیض تو جاری ہے لیکن اس سے بہرہ اندوز ہونے کے لئے استعداد و قابلیت شرط ہے۔ یا یوں سمجھو کہ سبب تو موجود ہے لیکن اس کی تاثیر کیلئے جن اسباب و وسائل کی ضرورت ہے۔ ان کو حاصل کرنا چاہیے اور جو امر اس کے مانع و مزاحم ہیں، ان سے بچنا چاہیے۔ وَاللّٰہُ الْمُوَفِّقُ۔

تمہید نمبر۲:۔ ہر امر کا ظہور اللہ تعالیٰ کی مشیت و ارادے سے ہوتا ہے کیونکہ خالق وہی ہے، باوجود اس کے اس نے تمام دنیا کو سلسلہ اسباب سے جکڑا ہوا ہے کہ ایک چیز کو دوسری کے ظہور و پیدائش کا سبب بنا دیا ہے اگر ایک کو دوسری کا معاون و مددگار بنایا ہے۔ تو تیسری کو اس کا مانع و مزاحم بھی کر دیا ہے۔ حقیقت میں یہ سارا سلسلہ اسباب ظاہر بینوں کی نظر کے سامنے ایک پردہ لٹکا دیا ہے۔ ورنہ کرتا سب کچھ وہ خود ہے جب کسی چیز کو کرنا چاہتا ہے۔ تو اس کے اسباب مہیا کر دیتا ہے اور جملہ رکاوٹیں اور مزاحمتیں دور کر دیتا ہے اور جس چیز کو نہیں چاہتا اس کے بنے ہوئے اسباب بھی بیکار کر دیتا ہے اور انسان اور اس کے مقصود کے سامنے ایک ایسی حکمی سد ذوالقرنینی کھڑی کر دیتا ہے کہ یاجوج ماجوج کے حال کی طرح

فَمَا اسْطَاعُوْا اَنْ یَّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا (سورہ کہف ۱۶)

کی صورت ہو جاتی ہے۔ مثلاً جسمانی جنم کے لئے ماں باپ کو وسیلہ بنایا ہے۔ لیکن بہت سے مرد و عورت ہیں کہ ان کے ہاں اولاد نہیں ہوتی اور حضرت مریم علیہا السلام کو فرزند دینا چاہا تو بغیر خاوند کے دیدیا۔ اسی طرح روحانی جنم کے لئے مرشد ذریعہ ہوتا ہے۔ لیکن بہت

سے بدقسمت ہیں کہ باوجود مدتوں مرشد کامل کی صحبت میں رہنے کے بے نصیب رہتے ہیں۔ اسی معنی میں کہا گیا ہے۔

تہیدستان قسمت راچہ سود از رہبر کامل!
کہ خضر از آب حیواں تشنہ می آرد سکندر را[1]

یعنی بدقسمتوں کو مرشد کامل سے بھی فائدہ نہیں پہنچتا۔ جیسے کہ سکندر بادشاہ حضرت خضرؑ جیسے مرشد کامل کی رہنمائی کے باوجود بھی آب حیات سے پیاسا واپس آیا۔

چونکہ اپنی خوش قسمتی یا بدقسمتی کسی کو بھی معلوم نہیں۔ اسلئے ہم کو عالم اسباب میں رہتے ہوئے اللہ عزوجل کے فضل و کرم پر نظر رکھ کر ان اسباب کے ذریعے اپنی قسمت آزمائی کرنی چاہیے۔ جو اس نے ہمارے اختیار میں کئے ہیں۔

تمہید نمبر۳:۔ جس طرح جسمانی جنم کے بعد جسمانی پرورش کی نگہداشت اور کفالت مہربان ماں باپ کرتے ہیں۔ اسی طرح روحانی جنم یعنی بیعت کے بعد روحانی پرورش و اصلاح کی نگہداشت مرشدِ مشفق کرتا ہے۔ پس جس طرح بچہ جسمانی پرورش کے زمانہ میں ماں باپ پر اعتماد کر کے جوانی کی عمر کو پہنچتا ہے۔ اسی طرح مرید کو بھی چاہئے کہ وہ روحانی تربیت کے زمانہ میں یعنی جبکہ وہ مرشد کی زیر نگرانی روحانی عملیاتِ مسنونہ کی مشق کرتا ہو۔ اپنے مرشد سے خلوص و عقیدت رکھے اور اس کی تعلیم کردہ ہدایتوں پر عمل کرتا رہے تاکہ اپنی قسمت و کوشش کی مقدر منزلت کو حاصل کر سکے۔ اللہ نے ہر شخص اور ہر شے کے لئے اپنے علم ازلی میں ایک اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔ وہی اس کی قسمت، وہی اس کی تقدیر ہے۔

---

[1] اس شعر میں خواجہ حافظ نے جو سکندر کو حضرت خضر کا رفیق سفر کہا ہے۔ تو بنا بر عام مشہور قول کے کہا ہے۔ جس میں سکندر یونانی کو ذوالقرنین نہیں سمجھا گیا ہے۔ لیکن تحقیق یہ ہے کہ یہ شخص سکندر یونانی نہیں تھا کیونکہ ذوالقرنین نبی اللہ یا صاحب الہام و ولی اللہ تھے اور سکندر یونانی تو بت پرست تھا۔ ہم نے سورہ کہف کی تفسیر میں اس مسئلہ کو بالتفصیل بیان کیا ہے۔ طالب راغب اس کا مطالعہ کرے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

اس اندازے میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ فرمایا:۔

وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهُ تَقْدِيرًا۔ (فرقان پ ۱۸)

"یعنی اس نے پیدا کیا ہر شے کو، پس اسے ایک مقرر اندازے پر رکھا۔"

حضرت شیخ اکبرؒ اپنی تفسیر صغیر میں جو ظاہر تفسیر کے علاوہ ارشادات صوفیائے کرامؒ کے متعلق ہے آیت **وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ** (الطلاق پ ۲۸) "یعنی جو کوئی توکل کرتا ہے خدا پر۔ پس وہ اس کے لئے کافی ہے۔" کے ذیل میں فرماتے ہیں۔

كَافِيهِ يُوصِلُ إِلَيْهِ مَا قَدَّرَ لَهُ وَيَسُوقُ إِلَيْهِ مَا قَسَمَ لَأَجَلِهِ مِنَ الْحَظَّاءِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ (مطبوعہ مصر جلد ۱۶۳) "خدا اس کے لئے کافی ہے اسے ضرور پہنچائے گا جو کچھ اس نے اس کے لئے مقدر کیا ہے اور چلائے گا اس کی طرف وہ کچھ جو اس کی قسمت میں لکھا ہے دنیا اور آخرت کے نصیبوں میں سے"

اسی طرح اس سے اگلی آیت **قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا۔** "یعنی بیشک مقرر کر رکھا ہے اللہ نے ہر شے کے لئے ایک اندازہ۔" میں فرماتے ہیں۔

أَيْ عَيَّنَ لِكُلِّ أَمْرٍ حَدًّا مُعَيَّنًا وَوَقْتًا مُعَيَّنًا فِي الْأَزَلِ لَا يَزِيدُ بِسَعْيِ سَاعٍ وَلَا يَنْقُصُ بِمَنْعِ مَانِعٍ وَتَقْصِيرِ مُقَصِّرٍ وَلَا يَتَأَخَّرُ عَنْ وَقْتِهِ وَلَا يَتَقَدَّمُ عَلَيْهِ۔ (۱۶۳ جلد ۲)

"اس نے ازل میں ہر امر کے لئے ایک حد اور وقت مقرر کر رکھا ہے۔ کسی کوشش کرنے والے کی کوشش سے اس میں زیادتی نہیں ہو سکتی اور کسی روکنے والے کے روکنے سے اور کوتاہی کرنے والے کی کوتاہی سے اس میں کمی نہیں ہو سکتی اور وہ امر اپنے وقت مقرر سے نہ

پیچھے ہو سکتا ہے اور نہ وقت سے پہلے حادث ہو سکتا ہے۔"

اسی معنی میں آنحضرتؐ کی دعا ہے۔ جو آپؐ ہر فرض نماز سے سلام پھیرنے سے پہلے پڑھا کرتے تھے:۔ **اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ۔** (بخاریؒ وغیرہ)

"اے اللہ! جو تو عطا کرے اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جو تو روکے اس کا دینے والا کوئی نہیں اور کسی کوشش والے کو اس کی کوشش تیرے (مقرر کردہ) سے (زیادہ) نفع نہیں بخش سکتی"۔

تنبیہات

تنبیہ نمبر ۱:۔ شائد آپ کے دل میں کھٹکے کہ جب سب کچھ مقدر ہے تو سعی و عمل کی کیا ضرورت ہے؟ تو اس کا جواب آنحضرتؐ نے صحابہؓ کے اسی سوال میں فرما دیا تھا۔

اِعْمَلُوْا فَكُلٌّ "مُيَسَّرٌ" لِمَا خُلِقَ لَهٗ۔ (صحیح بخاری کتاب التفسیر و کتاب القدر)

یعنی تم عمل کئے جاؤ۔ ہر کسی کے لئے وہ امر مہیا ہو جاتا ہے۔ جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے۔

شیخ شیخنا حضرت نواب صاحبؒ سورۃ الیل کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

عَلَيْكُمْ بِشَانِ العبودية وَمَا خُلِقتم لاجله وَاُمِرتم به وَكِلُوْا امور الرُّبوبية الغيبية الى صاحبها فلا عليكم بشانها ، ونظيره الرزق المقسوم مع الامر بالكسب والاجل المضروب فى العمر مع المعالجة بالطب فانك تجد الغيب فيها علة موجبة و الظاهرى البادى سببا مخيلا وقد اصطلح الناس خاصتهم وعامتهم علىٰ ان الظاهر فيها لا يُترك بسبب الباطن قاله الكرخى (فتح البیان جلد دہم ۲۹۱ مطبوعہ مصر)

"یعنی لازم ہے تم پر شان عبودیت جس کے لئے تم پیدا کئے گئے اور حکم کئے گئے ہو۔ اور امور ربوبیت غیبیہ کو اس کے مالک (اللہ تعالیٰ) کے سپرد کرو۔ تمہیں اس سے کوئی واسطہ نہیں۔ اس کی نظیر رزق مقسوم ہے۔ لیکن اس کے ساتھ کسب کا بھی امر ہے اور عمر مقرر اجل (بھی اسکی نظیر ہے) لیکن اسکے ساتھ طبی معالجہ بھی ہے، بیشک تو (اے انسان!) ان دونوں میں غیبی حکم الٰہی کو علتِ موجبہ پائیگا اور جو کچھ ظاہری بات ہے وہ صرف ایک خیالی سبب ہے اور خواص اور عوام ہر دو طرح کے لوگوں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ ان دونوں میں باطن کی وجہ سے ظاہر کو ترک نہیں کیا جاتا"۔ یہ بات امام کرخیؒ نے کہی ہے۔

تنبیہہ نمبر۲:۔ شائد اپنی ناکامی پر آپ کے بھولے دل میں یہ خدشہ گزر جائے کہ ہم نے فلاں وظیفہ بہت کیا تھا۔ لیکن بنا بنایا کچھ بھی نہیں۔ اس لئے یہ سب عملیات توہمات ہیں اور ان کو ماننا جاہل لوگوں کا کام ہے۔ تو اس خدشہ کا ازالہ یوں کریں ۔ کہ مادی علاج معالجہ میں حکیم و ڈاکٹر بہت سے مقاموں پر ناکام رہتے ہیں اور ظاہری اسباب کے استعمال کا انجام سوائے حسرت و افسوس کے کچھ نہیں ہوتا۔ ورنہ موت کا دروازہ بند ہوجائے پھر بھی آپ ظاہری اسباب اور مادی علاج کے اثر سے انکار نہیں کرتے۔ بلکہ اپنی ناکامی کے لئے فرضی یا حقیقی وجوہات قرار دے لیتے ہیں۔ کہ تدبیر میں فلاں کسر رہ گئی یا فلاں امر مزاحم در پیش آ گیا۔ اور اس نے ہماری تدبیر کو کارگر نہ ہونے دیا۔ اسی طرح اس روحانی سلسلہ میں بھی بعض وقت عمل میں کسریں رہ جاتی ہیں۔ اور بعض وقت مزاحمتیں واقع ہوجاتی ہیں۔ تو عمل کا اثر موافق مراد ظاہر نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ روحانی سلسلہ اس جسمانی سلسلہ سے بہت نازک ہے کیونکہ مادی معالجہ میں حکیم یا ڈاکٹر کا متقی و پاکباز ہونا شرط نہیں۔ لیکن روحانی سلسلہ میں بیمار کے پرہیز گار ہونے کے علاوہ معالج کے لئے بھی تقویٰ و طہارت سب سے پہلی شرط ہے۔ پس ہر شے کا اثر اس کی شرائط عمل کی پابندی سے عمل کیا جائے تو اللہ تعالیٰ کسی کی سعی رائیگاں نہیں ہونے دیتا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت

عام انسانی زندگی میں سب سے بڑی سعادت و فضیلت جو کسی صاحب قسمت کو حاصل ہو۔ وہ حبیب رب العالمین ﷺ کی زیارت کی نعمت ہے۔ جس کی تمنا میں ہزاروں اولیاء اللہ نے بہت کڑی ریاضتوں میں لمبی لمبی عمریں صرف کردیں۔ کسی کی قسمت نے یاوری کی تو وہ مراد کو پہنچ گیا اور کوئی راہ ہی میں رہ گیا۔

بزرگان دین نے (اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو) اس سعادت کی تحصیل کے کچھ طریقے اور عملیات لکھے ہیں اور اپنے عملیات سے ان طریقوں کا تجربہ بھی کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ان کی آرزو پوری کردی۔ حقیقت میں یہ اس کا فضل ہوتا ہے۔ جس کے لئے وہ اس سعادت کا حصول چاہتا ہے۔ اسے اس ذات گرامی صفات سے روحانیت میں قریب کر کے نعمت زیارت کا شرف بخش دیتا ہے۔ ونعم ما قال العارف جامی قدس سرہ۔

تاب وصلت کار پاکاں من ازیشاں نیستم
چوں سگانم جائے دہ در سایۂ دیوارِ خویش

وسائل زیارت

۱۔ ہر قسم کی ظاہری و باطنی جسمانی و روحانی۔ ذہنی و اخلاقی، عملی و اعتقادی اور نفسانی و جذباتی پاکیزگی حاصل کرنے کے بعد سب سے بڑی چیز جس کے ذریعے ذات اقدسؐ سے روحانی قرب حاصل ہوتا ہے وہ درود شریف کا وظیفہ ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب (قدس سرہٗ) اپنی بابرکت کتاب القول الجمیلؒ میں فرماتے ہیں۔

وَاَوْصَانِیْ بِمُوَاظَبَةِ الصَّلٰوةِ عَلَے النَّبِیِّ (ﷺ) کُلَّ یَوْمٍ وَقَالَ بِھَا وَجَدْنَا

ماوَجَدْنَا۔

"یعنی میرے سردار اور والد (حضرت شاہ عبدالرحیم صاحبؒ) نے مجھے وصیت فرمائی۔ درود شریف کی ہمیشگی پر ہر روز اور فرمایا کہ ہم نے جو کچھ پایا وہ اسی (کی برکت) سے پایا۔"

برکات درود شریف

درود شریف کے برکات وفضائل جو احادیث میں وارد ہیں۔ ان پر نظر کرنے سے واضح ہو جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی ذات بابرکات سے روحانی قرب حاصل کرنے کے لئے درود شریف سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ پس لازم ہے کہ طالب زیارت آنحضرت ﷺ کی عظمت ومحبت اپنے دل میں سب مخلوق سے زیادہ بٹھادے اور اس میں شوق زیارت کا چراغ ہمیشہ جلائے رکھے۔ یہاں تک کہ حضرت بلالؓ کی طرح عشق ومحبت کا درجہ حاصل ہو جائے اور ایسی حالت ہو جائے کہ ماہی بے آب کی طرح سعادت دیدار کی طلب میں تڑپتا رہے اور بغیر دیدار کے یا کم از کم بغیر درود شریف اور ذکر حبیب کے چین و آرام نہ پائے کیونکہ کثرت ذکر سے بھی دل ودماغ میں ایک کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جو قائم مقام ملاقات ہو کر ایک گونہ موجب تسکین وتسلی ہو جاتی ہے۔ محدثین جو دن رات حدیث رسول اللہ ﷺ کا درس دیتے اور لیتے رہنے کی وجہ سے کثرت سے درود شریف پڑھنے کا

۱؎ اس عاجز نے اس کتاب کو "بابرکت" اس لئے کہا ہے کہ مجھ گنہگار کو اس کتاب نے رنگ دیا ہے۔ ورنہ میں گنہگار کہاں اور یہ فیوض وبرکات کہاں؟

؎ وہ آئیں گھر پہ ہمارے خدا کی قدرت ہے   کبھی ہم ان کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں۔

اللّٰھم اجزہ عنی جزآءً حسنا ۱۲ عفی عنہ

موقع دوسروں کی نسبت زیادہ پاتے ہیں ان کی شان میں کسی بزرگ نے کہا ہے:۔

اَھْلُ الْحَدِیْثِ ھُمُوْ اَھْلُ النَّبِیِّ وَاِنْ

لَمْ یَصْحَبُوْا نَفْسَہٗ اَنْفَاسَہٗ صَحِبُوْا

"یعنی اہل حدیث آنحضرت ﷺ کے اہل ہیں۔ گو ان کو آپ کی صحبت (جسمانی) میسر نہیں آئی لیکن آپ ﷺ کے انفاسِ طیبہ یعنی کلام پاک کی صحبت تو حاصل ہے۔"

حضرت میاں صاحب مرحوم دہلوی کے سمدھی مولنا حفیظ اللہ خاں صاحب مرحوم دہلوی کے مرض الموت ہیں۔ یہ عاجز مع ڈاکٹر سید جمال الدین صاحب مرحوم پشاوری ان کی زیارت کو گیا۔ آپ کو مولنا ثناء اللہ صاحب امرتسری کی طرح شعر بہت یاد تھے۔ مجھے فرمانے لگے۔ یہ شعر لکھ لو۔ اور سمجھو کہ علم حدیث کی نسبت خود آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں۔

در سخن پنہاں شدم من ہمچو بو در برگ گل

ہر کہ دیدن میل دارد در سخن بیند مرا

تفسیر معالم وغیرہ آیت اُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ (پ۵ النساء) کے شان نزول کے متعلق مرقوم ہے کہ آنحضرت ﷺ کے مولیٰ ثوبانؓ کو آنحضرتؐ سے نہایت درجہ کی محبت تھی۔ کہ آپؐ کو دیکھے بغیر ان کو قرار نہیں تھا۔ ایک دن آنحضرتؐ کی خدمت میں آئے اور ان کا چہرہ متغیر تھا اور غم کے آثار چہرے پر نمایاں تھے۔ آنحضرتؐ نے (از راہ شفقت) دریافت فرمایا۔ کہ تمہارا رنگ کیوں متغیر ہے؟ انہوں نے عرض کی کیا حضور! (میرے ماں باپ آپ پر سے قربان جائیں) مجھے کوئی بیماری یا آزار نہیں ہے۔ مگر یہ کہ جب میں آپ کو نہیں دیکھتا۔ تو نہایت بیقرار ہو جاتا ہوں اور (مجھے چین نہیں آتا) حتیٰ کہ آپؐ سے ملاقات کرلوں۔ پھر جب میں آخرت کو یاد کرتا ہوں۔ تو خوف کھاتا ہوں کہ میں آپؐ کو وہاں نہیں دیکھ سکوں گا۔ کیونکہ آپ انبیا علیہم السلام کے ساتھ عِلِّیِّیْن کی بلندی پر ہونگے اور میں اگر جنت میں داخل ہو بھی گیا۔ تو بہرحال میرا رتبہ آپؐ کے رتبے سے ادنیٰ ہوگا اور اگر میں (خدانخواستہ) داخل جنت نہ ہوں تو آپ کو کبھی

بھی نہیں دیکھ سکوں گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ ''جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا۔ یہ لوگ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر خدا نے انعام کیا ہے۔ یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور صالحین اور یہ لوگ رفیق ہونے میں بہت اچھے ہیں۔'' (سورۃ النساء)

پس طالب زیارت عاشق صادق کی طرح اپنے دل کو ہمیشہ آنحضرتؐ کی محبت سے پر رکھے اور اپنے فانوس سر میں زیارت کے شوق کا چراغ ہر دم روشن رکھے۔

ھدایات

۱۔ خواب میں آنحضرتؐ کی زیارت کا شوق رکھنے والے کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنی جسمانی پرورش کے لئے کامل طور پر حلال کی خوراک کھائے اور حرام تو کجا مشتبہ سے بھی پرہیز کرے۔ ظاہر شریعت میں مالِ مشتبہ کی دعوت کھانی جائز لکھتے ہیں۔ لیکن اہل طریقت و اہل محبت کے نزدیک درست نہیں۔ مال حرام کی نسبت تو حدیث شریف میں صاف طور پر وارد ہے اور اسی حدیث میں مشتبہات کا بھی ذکر ہے کہ جس نے مشتبہات سے پرہیز کی اس نے اپنے دین کو (نقصان سے) اور اپنی عزت کو (طعن سے) بری رکھا۔ (بخاری کتاب الایمان) یہ مقامِ ورع ہے۔ جو بعض محققین کے نزدیک مقامِ تقویٰ سے بلند تر ہے۔

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ مشتبہات سے بچنے سے ایمان کامل ہوتا ہے اور عزت محفوظ رہتی ہے۔ اسی مقام کے متعلق امام بخاریؒ نے کتاب اللقطہ میں حضرت ابوہریرہؓ سے مرفوعاً بطریق ہمام بن منبہ روایت کیا کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ:

''میں بعض اوقات اپنے گھر جاتا ہوں۔ تو کوئی کھجور اپنے بستر پر گری ہوئی پاتا ہوں۔ اسے اٹھاتا ہوں کہ اسے کھاؤں، پھر ڈر جاتا ہوں کہ مبادا یہ صدقہ (کی) ہو۔ پس اسے ڈال دیتا ہوں۔

۲۔ اسی طرح شکم کی پاکیزگی کے بعد بدن اور لباس ہمیشہ پاک صاف رکھئے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ آنحضرتؐ نے اس شخص کو جو پیشاب کی نجاست سے پاک نہیں رہتا تھا۔ قبر کے عذاب میں مبتلا دیکھا۔ پس جو شخص عالم برزخ میں عذاب میں گرفتار ہوگا۔ وہ حکماً اس دار دنیا میں بھی خدا کے غضب کے نیچے ہے۔ پس اس پر آنحضرتؐ کی زیارت کا لطف و کرم نہیں ہوسکتا۔ بالخصوص لباس کے متعلق اسی طرح پرہیز ضروری ہے جیسی کہ شکم کی خوراک کے متعلق ہے کہ وہ حرام یا مشتبہ وجہ سے حاصل نہ کیا ہو۔ کیونکہ جس کا کھانا پینا اور لباس حرام وجہ سے ہو۔ اس کی تو عام دعا بھی مقبولیت کے قابل نہیں ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔ (بلوغ المرام) چہ جائیکہ اسے آنحضرت ﷺ کی زیارت کے شرف سے نواز جائے۔

۳۔ پھر یہ کہ برے اعمال اور برے اخلاق سے کلی طور پر الگ رہے۔ کیونکہ آنحضرتؐ جیسا کہ قرآن شریف شاہد ہے۔ **خُلق عظیم** پر تھے۔ پس **مُسِئ الخُلق** کو آپؐ کے قرب میں جگہ نہیں مل سکتی۔ کیونکہ باہمی مناسب ومجانست نہیں ہے۔

۴۔ نیز بری صحبتوں میں نہ بیٹھے کیونکہ بدصحبت میں بیٹھنے والا آنحضرتؐ کی پاک مجلس میں باریاب نہیں ہوسکتا۔

۵۔ نیز فضول وفحش گوئی سے اور چغلی اور غیبت سے زبان کو پاک رکھے کیونکہ آنحضرتؐ نے کبھی بھی فحش گوئی نہیں کی۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت عائشہؓ کی حدیث میں مذکور ہے اور چغلی اور غیبت والا بھی انعام نہیں پاسکتا کیونکہ استنجا پاک نہ رکھنے والے کے ساتھ آپؐ نے ایک دوسرے شخص کو بھی (قبر میں) عذاب میں مبتلا دیکھا تھا۔ جو چغلی اور غیبت کرتا تھا۔ پس جب وہ عالم برزخ میں گرفتار عذاب ہے۔ تو اس دار دنیا میں بھی حکماً خدا کے قہر کے نیچے ہے۔ لہذا اسے آنحضرت ﷺ سے مناسبت نہیں ہوسکتی۔

پس آنحضرتؐ کی زیارت کا شوق رکھنے والا پہلے اپنے آپ کو ان مذکورہ بالا

نجاستوں اور کدورتوں سے پاک صاف رکھے تاکہ درود شریف کی برکت سے اسے آنحضرتؐ کی حضوری میں جگہ مل جائے۔ **ولنعم ماقال العارف الجامیؒ۔**

تاب وصلت کار پاکاں من ازیشاں نیستم

چوں سگانم جائے دہ در سایۂ دیوار خویش

۲۔(ج) اخلاقی صفائی:۔ اس ظاہری اور حسی طہارت وصفائی کے بعد اپنے دل کو حسد وبغض اور کبر وعجب اور نخوت وخودنمائی اور ریاکاری اور مخلوق کی لجاجت اور مطلب پرستی اور خودغرضی اور لالچ کی تیرگی سے صاف رکھے کیونکہ یہ سب باطنی عیوب ہیں اور ان سے دل کا آئینہ مکدر وسیاہ ہو جاتا ہے اور آئینہ کی صفائی نہایت ضروری ہے تاکہ اس پر سراجاً منیرا کا عکس جلوہ ریز ہو سکے اور اس آئینہ نورانی سے جمال محمدیؐ کی سعادت حاصل کر سکے۔

تمثیل

اس امر کو آپ بجلی کی تمثیل سے بآسانی سمجھ سکیں گے۔ بجلی کی روشنی کے لئے چند چیزوں کی ضرورت ہے۔

اول: خزانہ روشنی یعنی پاور ہاؤس مع انجن واسباب ضروریہ۔

دوم: اس خزانہ روشنی سے گھر کے بلب تک وائرنگ کے ذریعے کنکشن۔

سوم: بلب کے اندر کی تار جو بجلی سے متکیف ہوتی ہے۔

چہارم: اس تار کے گرد بلب کا زجاجی خول

اگر ان میں سے کسی شے کی بھی کمی ہو۔ تو روشنی کا حصول ناممکن، یعنی اگر خزانہ روشنی کا انجن کام نہ کرتا ہو۔ یا وائرنگ درست نہ ہو۔ یا بلب کی تار فیوز شدہ ہو۔ یا اس تار کے باہر کا زجاجی خول نہ ہو۔ تو روشنی نہیں مل سکتی۔

توضیح تمثیل

اسی طرح ذات بابرکات آں سرور کائنات ﷺ تو سراجاً منیرا ہونے کی وجہ سے خزانہ روشنی ہیں اور وائرنگ مرشد شیخ یا پیر استاد ہے۔ جس کی ایک جانب تو ذات گرامی صفات آنحضرتؐ ہے اور دوسری طرف بلب ہے۔ جو اپنا۔ یا فیض کے طالب مرید کا دل ہے۔

اوصاف شیخ یا مرید:۔ پس اس مرشد کا متبع سنت۔ صحیح العقیدہ اور صالح العمل ہونا ضروریات سے ہے اور یہ بھی کہ وہ کفر وشرک الحاد وبدعت، فسق وفجور اور اعمال سیۂ کی آلودگیوں سے پاک ہو اور یہ بھی کہ وہ فرائض وسنن اور مستحبات کا ادا کرنے والا اور محرمات اور مکروہات اور مشتبہات سے پرہیز کرنے والا ہو۔ پس ایسا پاکباز متبع سنت شیخ آنحضرتؐ (خزانہ روشنی) سے قلبی تعلق رکھتے ہوئے آنحضرتؐ سے نور حاصل کرے اور اس کی انعکاسی شعاعیں مرید کے آئینہ صافی پر ڈالے۔

۲۔ بلب کے اندر کی تار:۔ اور یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ بلب کا خالی خول وائرنگ سے روشنی نہیں حاصل کرتا بلکہ اس کے اندر ایک باریک سی تار ہوتی ہے اور وہ بجلی کی کیفیت سے متکیف ہوتی ہے تو پھر جاکر روشنی لیتی ہے۔ پس دل کا زندہ ہونا بھی ضروری ہے۔

۳۔ دل سے مراد:۔ دل دو معنی پر بولا جاتا ہے ایک تو صنوبری شکل کا گوشت کا ٹکڑا ہے اس کی بیماری کا سمجھنا اور علاج کرنا اطباء کے متعلق ہے۔ دوم دل اس لطیفہ غیبی اور نور ربانی پر بولا جاتا ہے۔ جو خالق حکیم نے اس گوشت کے ٹکڑے میں رکھا ہے، یہ دل ربانی لوگوں کا مقصود ہوتا ہے۔ پس اس کی زندگی بھی لازمی ہے۔

باقی رہا بلب کا خول۔ سو وہ ظاہر شرع کے احکام ہیں۔ جو اس نور ربانی کے حامل

ہیں۔ پس اگر اس دل مین جو انوار ربانی کا محل ہے۔ ایمان وخلوص نیت اور اللہ کی اطاعت و محبت ہے۔ تو وہ زندہ اور تندرست ہے اور اگر اس میں ایمان نہیں ہے تو وہ مردہ ہے اور اگر خلوص واطاعت نہیں ہے تو وہ بیمار ہے **وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ** "اور اس قسم کی دیگر آیات میں ایسے ہی امراض کا ذکر ہے۔

درجہ استکمال و تکمیل:۔ شرائط مذکورہ بالا کو پورا کرنے والا بلب ایک روشن اور چمکتا ہوا چراغ ہے کہ جس کمرے میں موجود ہو۔ اس کمرے کو بھی اور جو لوگ اس کمرے میں موجود ہوں اور ان کی آنکھیں اس بلب کے سامنے ہوں۔ روشن کر دیتا ہے۔ اسی طرح وہ دل جو شرائط مذکورہ بالا سے صحیح کنکشن کے ذریعے نور حاصل کرتا ہے۔ خود بھی روشن ہوتا ہے اور اپنے پاس بیٹھنے والوں کو بھی روشنی بخشتا ہے۔

بلب کے اندر اور باہر:۔ پھر آپ نے یہ بھی دیکھا ہوگا کہ باورچی خانے کے بلب عموماً دھوئیں اور مکھیوں کی وجہ سے باہر کی طرف سے گندے ہو جاتے ہیں، وہ بلب جملہ شرائط مذکورہ بالا کے پورا ہونے پر بھی دھندلی سی روشنی دیتا ہے۔ اس سے معلو ہوا کہ جس طرح بلب کے خول کی اندرونی سطح کا صاف و بے داغ ہونا ضروری ہے۔ اسی طرح اس کی بیرونی سطح کی صفائی بھی بہت ضروری ہے اسی طرح بعض دل بذات خود تو روشن ہوتے ہیں۔ لیکن ان کی انوکاسی شعاعیں دوسروں پر نہیں پڑ سکتیں کیونکہ بہت سی نفسانی کدورتیں اور حجاب ہیں کہ انہوں نے دل کو گندہ کر دیا ہوتا ہے۔ پس وہ دل باوجود روشن ہونے کے روشنی بخش نہیں ہو سکتا۔ پس کمال اسی دل میں ہے۔ جو شرائط مذکورہ بالا خزانۂ روشنی سے روشنی لیتا ہے اور ظاہر و باطن یعنی شریعت وطریقت کی باتباع سنت پابندی کرکے کامل طرح کی صفائی حاصل کر کے استکمال کے بعد تکمیل ناقصین بھی کرتا ہے۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ هَادِيًا مَّهْدِيًّا۔

درود شریف پڑھنے کے طریقے

۱۔ ایک طریقہ درود شریف پڑھنے کا یہ ہے کہ ہر روز نماز عشاء کے بعد صاف ستھرے لباس سے جو حلال کمائی سے حاصل کیا ہو۔ ملبوس ہو کر اور تازہ وضو کر کے اور خوشبو لگا کر خلوت میں ہو کر شور وشغب سے توجہ میں خلل نہ پڑے صاف و ستھرا مصلےٰ بچھائے اور یہ درود شریف پڑھے:۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى۔

یعنی یا اللہ! تو درود بھیج اوپر سردار ہمارے محمد ﷺ اور آپؐ کی آل کے جس طرح کہ تو پسند کرے اور راضی ہو۔"

۲۔ یا یہ درود شریف پڑھے:۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى رُوْحِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ فِي الْاَرْوَاحِ وَعَلٰى جَسَدِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ فِي الْاَجْسَادِ. اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى قَبْرِهٖ فِي الْقُبُوْرِ۔

اے اللہ! تو درود بھیج اوپر روح سردار ہمارے محمد ﷺ کے بیچ ارواح کے اور اوپر جسم مبارک سردار ہمارے محمد ﷺ کے بیچ اجسام کے۔ اللہ! تو درود بھیج اوپر آپؐ کی قبر کے بیچ قبروں کے۔

۳۔ یا جمعہ کے روز (عصر اور مغرب کے درمیان) ایک ہزار مرتبہ یہ درود شریف پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ۔

اے اللہ! تو درود بھیج اوپر سردار ہمارے محمد ﷺ نبی امی کے۔

انشاءاللہ پانچ جمعہ تک جب مناسبت روحانی پیدا ہو جائے گی تو گوہر مقصود سے دامن پر ہو جائیگا اور خواب میں اپنی جگہ بہشت میں دیکھ لے گا۔

عملِ دیگر

آنحضرتؐ سے قرب روحانی حاصل کرنے کے لیے سورت اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ کا ورد بھی بہت موثر ہے و مجرب ہے کیونکہ اس میں آنحضرتؐ پر عطائے کوثر (نہر کوثر اور خیر کثیر) کا ذکر ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ شب جمعہ کو آداب مذکورہ بالا سے پاک وصاف مصلے پر باوضو بیٹھے اور ایک ہزار بار یہ سورت مع بسم اللہ[1] کے پڑھے اور بغیر کلام اور دیگر تفکرات کے شوق زیارت کے چراغ روشن رکھتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی جناب میں دعائیں اور التجائیں کرتے ہوئے سو جائے۔ انشاءاللہ شرف زیارت سے مشرف[2] ہو جائے گا۔

تنبیہہ :۔ اگر خدانخواستہ مراد حاصل نہ ہو تو سمجھو کہ دو حال سے خالی نہیں یا تو گناہوں کی نجاست سے پاکیزگی نہیں ہوئی۔ تو حضوری میں بار[3] یابی نہیں ہو سکی۔ پس گناہوں کو یاد کر کے جناب باری میں تضرع وزاری کرے اور توبہ استغفار کرے اور عمل جاری رکھے۔

1۔ صحیح مسلم کی حدیث سے ثابت ہے کہ جب یہ سورت نازل ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے صحابہؓ کو فرمایا کہ ابھی مجھ پر خدا نے ایک سورت نازل فرمائی ہے۔ پھر آپؐ نے بسم اللہ شریف ساتھ پڑھ کر باقی سورت صحابہؓ کو سنائی۔ اس سے معلوم ہوا بسم اللہ شریف جس جس سورت کے ابتداء میں مکتوب ہے وہ اس سورت کے ساتھ اتری ہے اور اسکی جز ہے۔ ۱۲ منہ

2۔ یہ عملیات کتاب عملیات خاندان شاہ عبدالعزیز صاحبؒ دہلوی سے ماخوذ ہیں۔ ۱۲ منہ

3۔ گناہوں کی نجاست تو بہت بری بلا ہے۔ پرانے اہل دہلی میں تو یہ بھی مشہور تھا کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کو حضور سرور کائناتؐ کی حضوری کا مرتبہ حاصل تھا۔ ایک دفعہ آپ کے ہاں کوئی مہمان آیا اور وہ حقہ پیتا تھا۔ خادم اس کے لئے کہیں سے حقہ لے آئے۔ لیکن خادموں کو اس حقہ کا مکان سے نکال دینا یاد نہ رہا۔ کئی روز کے بعد حضرت شاہ صاحب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا۔ مکان میں حقہ ہے۔ اس لئے ہم اس جگہ تشریف فرما نہیں ہو سکتے۔ ۱۲ منہ

یا یہ سمجھے کہ میرے ضعف کی وجہ سے عمل میں ضعف ہے۔ پس ہر شب جمعہ کو ایسا کرے حتیٰ کہ عمل میں قوت حاصل ہو کر مقصود حاصل ہو سکے۔ دیکھتے نہیں کہ آیت کریمہ

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔

حضرت یونسؑ نے صرف ایک دفعہ پڑھی تھی اور اللہ تعالیٰ نے رحم کر دیا تھا۔ لیکن اب اس کا عمل سوا لاکھ مرتبہ کیا جاتا ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ حضرت یونسؑ کی ایک آہ درد ہماری سوا لاکھ آہ سے بھی زیادہ موثر تھی۔ وہ نبی اللہ تھے اور ہم امتی ہیں۔ نبی اور امتی میں جو فرق مرتبہ کا ہے۔ وہ ظاہر ہے محتاج بیان نہیں پس بحکم۔

دست از طلب ندارم تا کامِ من برآید!
یا تن رسد بجاناں یا جاں زتن برآید!
کیے جاؤ کوشش میرے دوستو!

فیض سینہ بسینہ

مسلمانوں کی زبان سے ایک لفظ سینہ بسینہ اکثر سنا جاتا ہے جو ان معنوں میں بولا اور سمجھا جاتا ہے کہ کوئی علم ایسا بھی ہے۔ جو آنحضرتؐ نے الفاظ میں نہیں بیان کیا۔ اس لئے وہ احادیث میں منقول نہیں ہوا۔ بلکہ وہ آپؐ نے خاص اوقات میں شاہ ولایت حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور ان جیسے بعض دیگر صحابہؓ کے سینہ پر القا کیا۔ جس سے وہ منور ہو گئے۔ انہی کے فیض و برکت سے سلسلہ بسلسلہ وہ علم مشائخ طریقت میں چلا آیا اور اب بھی وہ علم اسی طرح سے ا۔ ب۔ ت حروف تہجی والے الفاظ کے بغیر ایک سینے سے دوسرے سینے میں منتقل ہوتا ہے بلکہ بعض اوقات ان سے ایسے امور بھی واقع ہو جاتے ہیں جو اہل ظاہر کی نظر میں خلاف شریعت ہوتے ہیں۔

محبان طریقت تو اسے تسلیم کرتے ہیں۔ بلکہ اپنے طریق کی بنا ہی اسی پر سمجھتے

ہیں لیکن پیروان، شریعت اس سے انکار کرتے ہیں کہ کوئی ایسا علم جو قرآن وحدیث میں صریحاً یا اشارۃً مذکور نہ ہو۔ آنحضرتؐ کی طرف منسوب ہو سکے کیونکہ حق جل وعلانے ذات قدسی کو اپنے اور اپنے بندوں کے درمیان اپنا رسول اور سفیر بنایا اور اپنی خصوصی وحی سے آپؐ کو علم دیا۔ اپنا پاک کلام آپؐ پر اتارا اور ان پیغامات واحکام کی تبلیغ آپؐ کا فرض قرار دیا۔ چنانچہ فرمایا۔

یٰاَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ (مائدہ پ ۶)

یعنی اے (میرے عظیم الشان) رسولؐ جو کچھ آپؐ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے اتارا جاتا ہے۔ وہ (سب کا سب) پہنچا دیں۔ یعنی اس کی تبلیغ (بندوں کو) کر دیں۔ اور اگر آپؐ نے ایسا نہ کیا۔ یعنی اگر تبلیغ نہ کی۔ تو آپؐ نے اللہ تعالیٰ کی رسالت کی تبلیغ نہیں کی۔"

یعنی اس کے پیغامات اس کے بندوں تک پہنچا دینے کے منصب کو سرانجام نہ دیا۔ اور اپنا منصب تبلیغ رسالت پورا نہ کیا۔

اسی وجہ سے آنحضرتؐ نے حجۃ الوداع میں سب حاضرین سے جن کی تعداد (کم وبیش) ایک لاکھ یا سوا لاکھ تھی۔ بطور شہادت لینے کے پوچھا۔ **هَلْ بَلَّغْتُ** یعنی کیا میں نے تم کو دین الٰہی کی تبلیغ کر دی! تو صحابہؓ نے جواب میں کہا کہ ہاں حضور! آپ نے دین الٰہی پہنچا دیا اور کامل خیر خواہی سے پہنچایا۔ (صحیح بخاریؒ وغیرہ)

پس صحابہؓ نے جن میں حضرت علیؓ بھی موجود تھے۔ اسی وصیت کی رو سے دین کی تبلیغ کی اور انہی کی تبلیغی روایات کا نام حدیث ہے جن کی باقاعدہ تدوین خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؒ کے حکم سے شروع ہوئی اور آج وہ ہمارے پاس موطا امام مالکؒ اور صحیح بخاریؒ اور صحیح مسلمؒ وغیرہ کتابوں کی صورت میں موجود ہیں۔ پس کوئی ایسا علم جو قرآن وحدیث میں مذکور نہیں یا اس سے ماخوذ نہیں ذات اقدس کی طرف منسوب نہیں ہو سکتا۔ لہذا بغیر زبان کی گویائی اور کان کی شنوائی کے آنحضرت صلی علیہ والہ وسلم سے کوئی علم منقول نہیں۔

فیض سینہ بسینہ کا صحیح مفہوم:۔ ہاں آپؐ کے سینہ فیض گنجینہ کے انوار جو دوسرے قابل دلوں پر منعکس ہوتے تھے اور ان میں ایک باطنی کیف پیدا کر کے اسے منور کر دیتے تھے۔ ان سے انکار نہیں ہو سکتا اور ہم فیض سینہ بسینہ کے ان معنوں میں ہونے اور سلسلہ بسلسلہ بزرگان دین میں برابر چلے آنے کو برابر مانتے ہیں اور اسی کے ثابت کرنے اور سمجھانے کے لئے ہم نے اس عنوان کو مقرر کیا ہے۔ وَاللّٰہُ الْھَادِیْ!

طریقت اور شریعت میں مخالفت نہیں ہو سکتی:۔ شریعت وطریقت میں مخالفت کا ہونا گو کبھی ہو۔ یہ امر بھی باطل ہے کیونکہ جس امر کو خدا تعالیٰ نے بواسطہ اپنے رسولوں کے علی الاعلان الفاظ میں ظاہر کیا اور اس کی فرمانبرداری بندوں پر لازم کر دی اور اس کی نافرمانی سے اپنی ناراضی صاف وصریح الفاظ میں ذکر کر دی۔ اس کی خلاف ورزی اس کو کس طرح پسند آ سکتی ہے۔ پس اگر طریقت خدا رسی کے طریق کا نام ہے۔ تو اس کا شریعت کے مطابق وموافق ہونا لازمی ہے۔ اسی لئے اہل طریقت بزرگوں کا (اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو) متفقہ قول ہے کہ طریقت بغیر شریعت کے زندقہ و بیدینی ہے۔

یہ بات اتنی مسلم اور مشہور ہے کہ ہم کو اس کے لئے ان اقوال کے نقل کرنے اور کتابوں کے حوالے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ مولانا روم صاحبؒ نے مثنوی شریف میں اور خواجہ علی ہجویریؒ لاہوری نے کشف المحجوب میں اور سید عبدالقادر جیلانیؒ نے غنیۃ الطالبین اور فتوح الغیب میں اور حضرت مجدد صاحبؒ نے اپنے مکتوبات میں نہایت صفائی سے اسے بیان کیا ہے۔

محاکمہ

یہ ذرہ بے مقدار (بدنام کنندۂ نکونامے چند) متبع سنت ہو کر اہل طریقت سے بھی عقیدت ومحبت رکھتا ہے۔ ان دونوں فریقوں کی نزاع کو یوں مٹانا چاہتا ہے کہ اس میں تو کوئی شک نہیں کہ ہمارے پاس آنحضرتؐ کی تبلیغ صرف قرآن وحدیث کی صورت میں ہے اور ان ہر دو سے باہر ہم کسی چیز کو آنحضرتؐ کی طرف منسوب نہیں کر سکتے۔

کیونکہ جب ہر دو منجانب اللہ ہیں اور ہر دو اللہ کے پاس پہنچنے کی سبیلیں ہیں تو ان میں مخالفت کیوں ہوگی؟ اگر کسی کو نظر آتی ہے تو ہر دو (اہل شریعت واہل طریقت) میں سے کسی طرف کی غلط فہمی ہے اگر ہر دو مقام صحت پر کھڑے ہوں تو دونوں میں مخالفت نہیں ہوسکتی لیکن یہ کہنا یا سمجھنا کہ ایک سینہ سے دوسرے سینہ میں بغیر حرفوں کی تعلیم کے کچھ آ نہیں سکتا۔ یہ خشکی اور بے ذوقی ہے

قدر ایں بادہ ندانی بخدا تا نچشی

کا معاملہ ہے کیونکہ کیفیات وجدانیات کا احساس صاحب کیفیت اور صاحب وجدان کے سوا کوئی دوسرا نہیں سمجھ سکتا اور یہ وہ حقیقت ہے جو الفاظ میں بیان نہیں ہوسکتی۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے والد ماجد حضرت شاہ عبدالرحیم صاحبؒ جو عالم عامل اور ولی کامل تھے بیانِ توجہ میں فرماتے ہیں:۔

وَمَنْ لَمْ يَذُقْ لَمْ يَدْرِ ۔ یعنی جس نے چکھا ہی نہیں وہ کیا جانے اور کیا سمجھے؟ اسی اصول پر اللہ تعالیٰ نے منکرین نبوت محمدیہ کو یوں خطاب کیا ہے۔ **اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى** (النجم پ ۲۷) "یعنی تو کیا تم اس نبیؐ سے ایسے امر میں جھگڑا کرتے ہو۔ جسے وہ (عیاناً سامنے) دیکھ رہا ہے۔"

اب اس امر کو اسی علم (معقول ومنقول) سے سمجھئے۔ جس سے آپ مانوس ہیں کہ علم دو طرح پر ہوتا ہے۔ حروف سے اور قلب سے کتابی علم حرفوں کے ذریعے اہل علم استاد سے حاصل ہوتا ہے اور قلبی علم اہل دل مرشد سے قلبی مناسبت پیدا کرنے اور زہد وعبادت اور مجاہدہ وریاضت سے ملتا ہے اور ان سب میں آدابِ شرعیہ کی رعایت اور اتباع سنت اس حد سے بڑھ کر کرنی پڑتی ہے۔ جس حد تک آپ اپنی نماز وغیرہ عبادت کی صحت کے لئے کافی جانتے ہیں۔ یہ تو خلاصہ مطلب ہے۔ اب معقولاً ومنقولاً اس کی تشریح مطالعہ فرمایئے:

جس طرح اس مادی عالم میں ایک شے موثر بھی ہے کہ دیگر شے اثر ڈالتی ہے اور کسی دوسری چیز کا اثر قبول بھی کرتی ہے۔ اسی طرح ایک قلب وروح انسانی دوسرے دل پر اثر ڈالتا بھی ہے اور دوسرے قلب سے اثر کو قبول بھی کرتا ہے۔ اصل چیز تاثیر وتاثر کے لئے یہی دل ہے۔ باقی سب اعضا اس کے تابع ہیں کہ بلا تردد وتامل اور بلا وقفہ ومہلت اور بلا انکار وکراہت اسکی اطاعت کرتے ہیں۔ اس خاکدان دنیا میں ایسی اطاعت کسی اور جگہ نہیں ملے گی۔ بس یہی سمجھ لیجئے کہ خالق حکیم نے لشکر اعضا کی فطرت میں اپنے سلطان یعنی قلب کی نافرمانی رکھی ہی نہیں۔ اسی لئے کہتے ہیں۔ **اَلْقَلْبُ سُلْطَانُ الْبَدَنِ** ۔ یعنی "دل بدن کے باقی اعضا کا بادشاہ ہے۔" پس اعضا پر جو بھی اثر ہوتا ہے، وہ سب اسی کی وساطت سے ہوتا ہے اور اگر وہ بھی کسی دوسرے پر اثر ڈالتے ہیں تو اسی کے فیض سے ڈالتے ہیں۔

زبان کی تاثیر مسلم ہے۔ اس کی افسون گری دل پر ایسا قبضہ جمالیتی ہے کہ اسے کسی اور کے مطلب کا نہیں رہنے دیتی۔ سرور کائنات خود افصح العرب تھے۔ کسی شاعر کی تقریر سن کر فرمانے لگے۔ **اِنَّ مِنَ الْبَيَانِ لَسِحْرًا** ۔ یعنی بیان میں بھی جادو کا اثر ہوتا ہے۔

مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری[1] (مدظلہ) نے امرتسر میں اس عاجز کی سب سے پہلی تقریر سن کر فرمایا تھا۔

اثر لبھانے کا پیارے! تیرے بیان میں ہے
کسی کی آنکھ میں جادو تیری زبان میں ہے

لیکن جب اسکے بولے ہوئے الفاظ میں بولنے والے کی قلبی کیفیت بھی بسی ہوئی ہو۔ تو اس کا جذب لوہے کی زنجیر سے زیادہ طاقتور ہو جاتا ہے، اسی معنی میں کہا گیا ہے۔

---

[1] آپ بمقام سرگودھا انتقال فرما چکے ہیں۔ (15 اپریل 1948ء)

سخنے کہ از دل بیروں آید در دل جامی گیرد۔ "یعنی جو بات دل سے نکلتی ہے۔ وہ دل میں جگہ پکڑتی ہے۔"[2]

اسی طرح آنکھ کی مقناطیسی کشش سے کون انکار کرسکتا ہے۔ جو ایک نظارے سے تڑپا دے اور ایک اشارے سے گھائل کردے اور آسیب زدہ کی طرح حیران و ششدر کر کے کھڑا کردے۔ یا زمین پر ٹپکا دے۔

اب سوال یہ ہے کہ زبان اور آنکھ محض اپنے گوشت اور جسم مادی سے اثر ڈالتے ہیں یا دل کی کیفیت سے متکیف ہو کر اپنا جادو چلاتے ہیں۔ اگر پہلی صورت ہے۔ یعنی بغیر دل کے خود بخود موثر ہیں۔ تو یہ تاثیر ہر وقت کیوں نہیں رہتی اور اگر دوسری صورت ہے۔ جو واقعی ہے تو سلسلہ اسباب میں اصل موثر دل ہوا اور آنکھ زبان وغیرہ اس کے آلات تاثیر ہوئے۔ **وھذا ھو المُراد۔**

جب یہ معلوم ہوگیا کہ تمام اعضا دل کے فرمانبردار اور ماتحت ہیں اور وہ اسی سے اثر پذیر ہو کر حرکت کرتے اور اپنے فعل انجام دیتے ہیں۔ تو اب سمجھنا چاہیے کہ سینہ، آنکھ اور کان کی نسبت دل کے بہت قریب ہے بلکہ جملہ اعضائے بدن سے نزدیک ہے کیونکہ سینہ ظرف اور دل مظروف چنانچہ خالق اکبر فرماتا ہے:۔

فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِيْ فِي الصُّدُوْرِ۔

"یعنی (ان بے بصیرتوں کی) آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں۔ بلکہ دل اندھے ہیں۔ جو سینوں کے اندر ہیں۔"

اور ظاہر ہے کہ ظرف و مظروف میں جو قرب و اتصال ہوتا ہے۔ وہ دوسروں کو حاصل نہیں

---

[1] اس سے پیشتر آپ کو میری تقریر سننے کا موقع نہیں ملا تھا۔ یہ واقعہ اسلامی مجلس مناظرہ کے سالانہ جلسہ پر ہوا۔ جو گھنٹہ گھر کے قریب ہوا تھا۔ ۱۲ منہ۔

[2] علامہ اقبال مرحوم نے فرمایا ہے۔ "دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے۔"

ہو سکتا۔ پس سینہ دل کے جذبات و کوائف سے بہ نسبت دیگر اعضا کے بہت جلد اور بہت زیادہ متکیف ہو جاتا ہے اور چونکہ سینہ میں نہ تو زبان کی طرح گویائی ہے کہ بول کر اثر ڈالے اور نہ آنکھ کی مثل بینائی ہے کہ دیکھ کر اور آنکھ سے آنکھ ملا کر کسی کو کھینچ سکے۔ اس لئے یہ کلام اور نظر سے اثر انداز نہیں ہوتا۔ بلکہ خالق حکیم نے اس میں دو دیگر قوتیں ودیعت کی ہیں۔ جن سے یہ اپنے اعضائے بدن کے علاوہ بیرونی اشیاء (اجسام و قلوب) کو بھی مسخر کر کے ان پر حکومت جما لیتا ہے اور ان کو اپنی کیفیت سے متکیف کر دیتا ہے۔

پہلی یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے اعصاب حاسہ (حس والے پٹھوں) میں قلبی کیفیات کو جذب کرنے کی قوت دیگر سب اعصاب سے زیادہ رکھی ہے۔ اس لئے یہ قوت لامسہ کے ذریعے بھی اثر ڈالتا ہے۔ یعنی اگر عامل اپنے معمول کے سینے کو اپنے سینے سے لگا دے اور پوری توجہ سے دبا دے۔ تو عامل کے دل کی کیفیتیں معمول کے دل میں منعکس ہو جاتی ہیں۔ بشرطیکہ ان میں جذب و انجذاب کی قابلیت ہو۔

دوسری یہ کہ خدائے جبار نے اس میں ایک ایسا وصف بھی رکھا ہے کہ جب یہ خود نور و محبت الٰہی سے بھر جاتا ہے تو اس کے اندر ایک انبعاث (ابھار) پیدا ہوتا ہے۔ جو کبھی رقت کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور صاحب دل زور زور سے رونے اور گڑگڑانے لگتا ہے اور کبھی جوش کی صورت میں نمودار ہوتا ہے اور یہ اس کی جلالی حالت ہوتی ہے ایسی حالت میں اس سے نور کی شعاعیں نکلتی ہیں۔ جو فیض کی خواہش اور قابلیت رکھنے والے دل پر اس کے سینے کے گوشت اور ہڈیوں کو چیرتی ہوئی منعکس ہو جاتی ہیں۔ ایسی حالت میں لمس اور مس۔ یعنی سینے سے لگانے یا چھونے کی بھی ضرورت نہیں ہوتی۔ بس ایک جلالی توجہ ہی کام کر جاتی ہے۔ بلکہ ایسی حالت میں شیخ کے سامنے ہونے کی بھی حاجت نہیں۔ بلکہ مسافت

بعیدہ سے بھی اثر ہو سکتا ہے۔

وَجرّبتُ ذٰلک مِرار والحمدللہ. یشھد بذلک من وقع علیه هذا الحال من مخلصی هذا العبد الاثیم[1]

اگر مرشد کے دل کی کیفیتیں اور اس کے جذبات پاک ہیں اور وہ انوار قدسیہ سے منور ہے اور مرید کا دل بھی کدورت نفسانیہ سے پاک ہوتے ہوئے انوار قدسیہ کا طالب و خواہشمند اور اس کے فیض کے حاصل کرنے کے قابل ہے۔ تو اس میں بھی اس کی رسائی بھر نور بھر جاتا ہے۔ چنانچہ یہ مضمون اہل طریقت واشارات کے طریق پر اس آیت سے سمجھا جا سکتا ہے۔

اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِیَۃٌ بِقَدَرِھَا۔ (رعد پ ۱۳)

"یعنی حق تعالیٰ آسمان کی طرف سے بارش اتارتا ہے۔ تو وادیوں میں بقدر ان کی وسعت کے پانی بہ پڑتا ہے۔

اس اثر کو اہل طریقت کے ہاں تصرف کرنا یا فیض و برکت بخشا کہتے ہیں اور آئندہ ہم اسے اسی نام سے ذکر کریں گے اِنشاء اللہ۔

تنبیہ:۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے والد ماجد شاہ عبدالرحیم صاحب ارشادات رحیمیہ" میں فرماتے ہیں:۔

طریقہ توجہ خواجگان (قدس اللہ اسرارہم)

وآں توجہ را تصرف نامند بریں وجہ است کہ بدل متوجہ دل طالب شوند و از راہ گذران ارتباط اتصال واتحادے میانِ دلِ ایشاں و باطن آں طالب واقع می شود، و بطریق انعکاس از دلِ

[1] الحمدللہ میں نے اس کا کئی بار تجربہ کیا ہے۔ اس گنہگار بندے کے مخلص دوستوں میں سے جن پر یہ کیفیت گزری ہے۔ وہ اس کی گواہی دیں گے۔

ایشاں پرتو بر باطن وے می تابد وایں صفتے است کہ ناشی از استعداد ایشاں ست، کہ بطریق انعکاس در آئینہ استعداد آں طالب ظاہر شدہ، اگر ایں ارتباط متصل شود آنچہ بطریق انعکاس حاصل شدہ بعد صفتِ دوام پذیرد، وتبیین شرائط تصرف و دقائق آں و تفصیل روشِ آں بگفتن مرشد تعلق دارد۔ ومنقول است از حضرت خواجہ محمد یحییٰ پسر حضرت خواجہ عبیداللہ احرار (قدس اللہ تعالیٰ اسرارھما) کہ ارباب تصرف بر انواع اند، بعضے ماذون ومختار کہ باذن حق سبحانہ و تعالیٰ وباختیار خود ہرگاہ کہ خواہند تصرف کنندہ و او را بمقام فنا و بیخودی رسانند وبعضے دیگر از اں قبیل اند کہ باوجود قوت تصرف جز بامر غیبی تصرف نکنند۔ تا از پیشگاہ مامور نشوند بکسے توجہ نکنند وبعضے دیگر آنچناں کہ گاہ گاہ صفتے وحالتے بر ایشاں غالب شود و در غلبہ آں حال در باطن مرید تصرف کنند واز حال خود ایشاں را متاثر سازند۔ پس کسے کہ نہ مختار بود ونہ ماذون ونہ مغلوب، از وچشم تصرف نباید داشت (ارشادات رحیمیہ)

(ترجمہ):۔ توجہ خواجگان کا طریقہ (اللہ تعالیٰ انکے بھیدوں کو پاک کردے) اور وہ اس توجہ کا نام تصرف رکھتے ہیں۔ یہ ہے کہ وہ اپنے سارے دل سے طالب کے دل کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور ارتباط کی وجہ سے ان کے دل میں اور طالب کے دل میں اتصال واتحاد پیدا ہو جاتا ہے۔

اور بطریق انعکاس ان کے دل سے اس (طلب) کے باطن پر پرتو پڑتا ہے اور یہ ایک ایسی صفت ہے جو ان (بزرگوں) کی استعداد کے آئینہ میں ظاہر ہو جاتی ہے۔ اگر یہ ارتباط متصل ہو جائے۔ تو جو کچھ بطریق انعکاس حاصل ہوا تھا وہ دوام کی صفت پکڑ لیتا ہے اور شرائط تصرف اور اس کی باریکیوں کا بیان اور اس کے طریقہ کی تفصیل مرشد کے بتانے کے متعلق ہے۔ اور حضرت خواجہ محمد یحییٰ بن حضرت عبیداللہ (قدس اللہ اسرارھما) سے منقول ہے کہ اصحاب تصرف کئی قسم پر ہیں۔ بعضے ماذون ومختار ہیں کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کے اذن سے اور اپنے اختیار سے جب چاہتے ہیں تصرف کرتے ہیں اور اس (طالب) کو مقامِ فنا اور بیخودی پر پہنچا دیتے ہیں اور بعض دوسرے اس قسم کے ہیں کہ باوجود قوت تصرف کے سوائے امر غیبی کے تصرف نہیں کرتے۔ جب تک درگاہ الٰہی سے مامور نہ ہوں کسی کو توجہ نہیں دیتے اور بعض دیگر اس طرح کے ہیں کہ ان پر کبھی کبھی کوئی صفت یا کوئی حالت غالب ہو جاتی ہے۔ تو اس غلبہ حال کے وقت مرید کے باطن میں تصرف کرتے ہیں اور ان کو اپنے حال سے متاثر کر دیتے ہیں۔ پس جو شخص نہ مختار ہو اور نہ ماذون ہو اور نہ مغلوب ہو اس سے تصرف کی امید نہیں رکھنی چاہیے۔"

تنبیہ:۔ اس فیض وبرکت کا ذکر کتب سابقہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کی

نسل کے انبیائے بنی اسرائیل کے حالات میں بھی[1] ملتا ہے اور اسے انگریزی میں (ٹوگوبلیسنگس) To Give Blessings کہتے ہیں۔ یعنی کسی کو فیض و برکت بخشنا۔

تقریبِ مقصد

گذشتہ تمہید اور تفہیم کے بعد ہم اپنے مقصود کو احادیث صحیحہ اور واردات نبویہ سے ثابت کرتے ہیں:۔

حدیث اول:۔ (صحیح بخاری کتاب الوحی و کتاب التفسیر) غار حرا میں جب آنحضرت سرور انبیاء ﷺ کو خلعت نبوت سے نواز گیا اور حضرت جبرائیلؑ نے آپ سے کہا۔ اِقْرَاْ۔ یعنی پڑھیے تو آنحضرتؐ نے فرمایا۔ مَا اَنَا بِقَارِیٍٔ۔ "یعنی میں پڑھا ہوا نہیں۔" اس پر جبرئیلؑ نے آپؐ کو تین دفعہ (یکے بعد دیگرے) اپنے سینے سے لگایا اور زور سے دبایا۔ اس طرح تین بار کرنے کے بعد اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الخ یعنی سورت علق کی پانچ ابتدائی آیتیں پڑھائیں عطائے نبوت پر یہ سب سے پہلی وحی ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب" اس سینے سے لگانے اور دبانے کے متعلق سورت علق کی تفسیر میں فرماتے ہیں:۔

(نکتہ) دوم آنکہ تاثیر حضرت جبرئیل در روحِ ایشاں بواسطہ افشردن و در برگرفتن نہایت مرتبہ کمال ثابت وراسخ کردند۔ (ص ۲۴۵)

(ترجمہ) دوسرا (نکتہ) یہ ہے کہ حضرت جبرئیلؑ فرشتہ کی تاثیر آنحضرت ﷺ کی روح پاک میں جھنجھوڑنے اور بغل میں لینے کے ذریعے کمال کے آخری مرتبہ میں جائے گیر و پختہ کردی۔ (صفحہ ۲۴۵)

---

[1] حضرت مولنا ثناء اللہ صاحب (رحمۃ اللہ) نے اس موقع پر جلدی سے کام لیا کہ اخبار اہل حدیث کے اس پرچہ میں یہ مضمون شائع ہوا تھا۔ یہ نوٹ لکھ دیا۔ "سنت مطہرہ سے اس کا ثبوت چاہیے۔" (اہلحدیث) گزارش ہے کہ اگر آنجناب اگلا صفحہ ملاحظہ فرما لیتے ہیں تو آپ کو یہ لکھنے کی ضرورت نہ پڑتی۔ کیونکہ اگلے صفحہ پر اسی مطالبہ کو سنت مطہرہ سے ثابت کیا گیا ہے۔ فافہم ۱۲ منہ

اس کے بعد تاثیر و توجہ کے اقسام اربعہ بالتفصیل بیان کرتے ہیں کہ وہ چار ہیں۔

اول	دوم	سوم	چہارم
انعکاسی	اِلقائی	اصلاحی	اتحادی

پھر اس قسم چہارم یعنی اتحادی کی تفصیل میں فرماتے ہیں۔ چہارم تاثیر اتحادی کہ شیخ روحِ خود را کہ حامل کمالست باروحِ مستفید بقوت تمام متحد سازد۔ تا کمال روحِ شیخ باروح مستفید انتقال نماید، وایں مرتبہ اقوی ترین انواع تاثیرات چہ ظاہراست کہ بحکم اتحاد روحین ہرچہ درروحِ شیخ بروح تلمیذ میرسد۔ وبار بار حاجت استفادہ نمی ماند و در اولیاء اللہ ایں قسم تاثیر بہ ندرت واقع شدہ۔ (صفحہ ۲۴۵)

(ترجمہ) چوتھی قسم تاثیر اتحادی ہے کہ شیخ (پیر حقانی) اپنی روح کو جو کمال کی حامل ہے۔ فیض حاصل کرنے والے (مرید) کی روح کے ساتھ پوری قوت سے متحد کر دیتا ہے۔ تاکہ شیخ کی روح کا کمال مستفید کی روح میں منتقل ہو جائے اور یہ مرتبہ تاثیر کی اقسام میں سے سب سے زیادہ قوی ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ ہر دو روحوں کے اتحاد سے جو کمال کہ شیخ کی روح میں ہے وہ تلمیذ (مرید باصفا و شاگرد رشید) کی روح میں پہنچ جاتا ہے اور بار بار استفادہ کی حاجت نہیں رہتی اور اس قسم کی تاثیر اولیاء اللہ میں بھی گاہے ماہے واقع ہو جاتی ہے"۔

حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد کامل حضرت خواجہ باقی باللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایسا ہی ایک واقعہ نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:۔

"بالجملہ تاثیر حضرت جبرئیلؑ دریں افشردن تاثیر اتحادی بود کہ روح لطیف خود را از راہ مسام بدن درون آنحضرتؐ داخل فرمودہ باروح مبارک متحد ساختند وچوں شیر و شکر بہم آمیختند و حالت عجیب درمیان بشریت وملکیت پیدا شد کہ در بیان نمی آید۔ (صفحہ ۲۴۵، ۲۴۶)

toobaa-elibrary.blogspot.com

(ترجمہ) غرضیکہ اس جھنجھوڑنے میں حضرت جبرئیلؑ کی تاثیر اتحادی تھی کہ انہوں نے اپنی لطیف روح کو آنحضرتؐ کے بدن مبارک میں مساموں کے رستے آپؐ کی روح مبارک کے ساتھ متحد کر دیا اور ان کو شیر و شکر کی طرح ملا دیا اور بشریت و ملکیت کے درمیان ایک ایسی عجیب حالت پیدا ہوگئی جو زبان قال میں نہیں آسکتی۔"

بس اسے وہی دل سمجھ سکتا ہے۔ جس پر وہ حالت طاری ہوتی ہے کیونکہ زبان کوائف سے ناآشنا ہے۔ خدا تعالیٰ نے وجدان کے لئے دل پیدا کیا ہے۔ نہ زبان۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کے جدِ امجد شاہ عبدالرحیم صاحبؒ ارشادات رحیمیہ صفحہ ۲۲ میں فرماتے ہیں:۔

وَمَنْ لَّمْ یَذُقْ لَمْ یَدْرِ

یعنی جس نے چکھا ہی نہیں وہ نہیں جان سکتا؟

جان محسوسات کا مزہ چکھنے کے لئے ہے۔ دماغ معقولات کے سمجھنے کے لئے ہے اور وجدانیات و کوائف روحانیہ و لطائف قلبیہ کے لئے خالق اکبر نے دل پیدا کیا ہے۔ غرض اللہ تعالیٰ نے ہر عضو کا فعل الگ الگ رکھا ہے۔ ایک کو دوسرے کے فعل سے کوئی واسطہ نہیں۔

اَللّٰھُمَّ اَذِقْنَا مِنْ حَلَاوَۃِ اَفْضَالِکَ وَاَفِضْ عَلَیْنَا مِنْ بَرَکَاتِکَ وَاشْرَحْ صُدُوْرَنَا وَنَوِّرْ قُلُوْبَنَا بِاَنْوَارِکَ.

لذیذ بود حکایت دراز تر گفتم!
چنانکہ حرف عصا گفت موسیٰ اندر طور

حدیث دوم:۔ چشمۂ فیض و برکت رسول کریمؐ کے چچازاد بھائی حضرت عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں:۔

ضَمَّنِی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلٰی صَدْرِہٖ وَقَالَ اَللّٰھُمَّ عَلِّمْہُ الْحِکْمَۃَ وَمِنْ طَرِیْقِ اَبِیْ مَعْمَرٍ اَللّٰھُمَّ عَلِّمْہُ الْکِتَابَ[1]

---

[1] صحیح بخاری کتاب المناقب۔ ۱۲منہ

"یعنی مجھ کو (مصدر فیض و کرم) حضرت نبی کریمؐ نے اپنے سینہ مبارک سے لگایا۔ اور یہ دعا دی۔ باری تعالیٰ! اسے حکمت (سمجھ کی درستی) عطا کر اور ابو معمر کی روایت میں یوں ہے کہ اسے اپنی کتاب (قرآن مجید) کی سمجھ عطا کر۔"

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ قرآن شریف کے فہم میں صحابہؓ میں ممتاز تھے۔ یہ سب کچھ آنحضرتؐ کے سینہ مبارک سے لگنے اور آپؐ کی دعا کی برکت تھی۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ مجتہدین صحابہؓ میں سے ہیں۔ ان کا قول فتح الباری میں منقول ہے۔

نِعْمَ تَرْجُمَانُ الْقُرْاٰنِ اِبْنُ عَبَّاسٍ[1] "یعنی حضرت ابن عباسؓ بہت اچھے ترجمان قرآن ہیں۔

الغرض یہ احادیث اور ان جیسی دیگر احادیث ہمارے مقصد فیض صدری کے ثابت و واضح کرنے میں بالکل صاف ہیں۔ اس کے بعد ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ کا سینہ مبارک تو تھا ہی مصدر فیض و کرم۔ آپ کی یہ فیض گستری تو اتنی زبردست اور موثر تھی کہ آپ کا ایک ایک جزو بدن اطہر حتی کہ آپ کا بال بال بلکہ آپؐ کے جسد مبارک کے عوارض و متعلقات و فضلات بھی موجب فیض و برکت تھے۔ پڑھتے جایئے اور گنتے جایئے۔

دست مبارک کی برکات

ا۔ حدیث اول:۔ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو حضورؐ نے یمن میں قاضی مقرر کر کے بھیجنا چاہا۔ انہوں نے عرض کیا۔ حضور! میں نے یہ کام کبھی کیا نہیں۔ یعنی مجھے سابقاً اس کا تجربہ و مشق نہیں۔ حضورؐ نے آپؐ کے سینہ مبارک پر ہاتھ مارا اور دعا کی:۔

---

[1] فتح الباری کتاب المناقب۔ ۱۲منہ
فتح الباری جز ۷، ص ۶۶ مطبوعہ دہلی۔ ۱۲منہ

اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَلْبَهٗ وَسَدِّدْ لِسَانَهٗ ۔ یعنی باری تعالیٰ! اس کے دل کو اور اس کی زبان کو پختہ (حق ترجمان) رکھ اور ساتھ یہ ہدایت بھی فرمائی کہ جب تک دوسرے فریق کی بات سن نہ لیا کرو۔ تب تک دونوں فریقوں کے فیصلہ کا حکم نہ سنایا کرنا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں:۔

فَوَ اللّٰهِ مَا شَكَكْتُ بَعْدَهَا فِيْ قَضَآءٍ بَيْنَ اثْنَيْنِ.

اللہ کی قسم اس واقعہ کے بعد مجھے کبھی دو فریقوں میں فیصلہ کرنے کے متعلق شک و تردد لاحق نہیں ہوا۔

اور حضرت علیؓ کا یہ کمال صحابہؓ میں عام طور پر مشہور و مسلم تھا چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت عمر فاروقؓ کا قول منقول ہے۔ اَقْضَانَا عَلِیٌّ[1] "یعنی ہم (جماعت صحابہؓ) میں سے حضرت علیؓ سب سے بڑے قاضی ہیں۔"

حضرت علیؓ میں یہ کمال آنحضرتؐ کے دستِ مبارک اور دعا کی برکت سے تھا۔

۲۔ **حدیث دوم**:۔ حضرت جریر بن عبداللہ بجلیؓ جب مشرف باسلام ہوئے۔ تو آنحضرتؐ نے ان کو ذی الخلصہ بت خانے کے گرانے پر مامور فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا حضور! میں گھوڑے کی پشت پر قائم نہیں رہ سکتا یعنی میں پختہ سوار نہیں ہوں گر پڑتا ہوں۔ آنحضرتؐ نے اپنا دست مبارک ان کے سینے پر مارا اور دعا دی۔ اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْهُ وَاجْعَلْهُ هَادِيًا مَّهْدِيًّا[2] "یعنی اے اللہ! (اسے گھوڑے پر) قائم رکھیو اور اسے ہدایت کرنے والا اور ہدایت یافتہ بنائیو۔ حضرت جریرؓ کہتے ہیں۔ فَمَا وَقَعْتُ عَنْ فَرَسِيْ بَعْدُ ۔ یعنی میں اس کے بعد پھر کبھی گھوڑے سے نہیں گرا۔

خاتمۃ الحفاظ نے اس حدیث کی شرح میں امام حاکمؒ سے بتفصیل نقل کیا۔

۱ صحیح بخاری کتاب التفسیر من سورۃ البقر فی قولہ تعالیٰ وما ننسخ ایۃ۔ ۱۲ منہ
۲ صحیح بخاری کتاب المغازی۔ باب ذی الخلصۃ۔ ۱۲ منہ

کہ (جب) حضرت جریرؓ نے آنحضرتؐ کی خدمت میں گھوڑے پر سے گر پڑنا عرض کیا۔ تو حضورؐ نے فرمایا۔ "نزدیک آؤ۔" حضرت جریرؓ نزدیک ہوئے تو آپؐ نے اپنا دست مبارک ان کے سر پر رکھا اور چہرے سر اور سینے پر پھیرتے ہوئے زیر ناف تک پہنچے۔ پھر (دوبارہ) ان کے سر پر دست مبارک رکھا اور پشت پر پھیرتے ہوئے زیر کمر تک پہنچے اور پہلے کی طرح دعا دی۔ اس کے بعد حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:۔

فَكَانَ ذٰلِكَ لِلتَّبَرُّكِ بِيَدِهِ الْمُبَارَكَةِ ۔ "یعنی یہ اپنے دست مبارک سے برکت دینے کے لئے تھا۔

۳۔ **حدیث سوم**:۔ مسند دارمیؒ میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ ایک عورت اپنے بیٹے کو آنحضرتؐ کی خدمت میں لائی اور کہنے لگی۔ یا رسول اللہؐ میرے اس بیٹے کو جنون ہے۔ جو اسے دن کے کھانے اور رات کے کھانے کے وقت گرفت کرتا ہے۔ آنحضرتؐ نے اس کے سینہ کو مسح کیا۔ یعنی اس پر اپنا دست مبارک پھیرا اور دعا کی۔ اس لڑکے نے خوب کھل کر قے کی اور اس کے پیٹ سے ایک شے (کوئی) بلا کتے کے پلے کی شکل کی نکلی اور دوڑ گئی۔ (مشکوۃ صفحہ ۵۳۳)

۴۔ **حدیث چہارم**:۔ ابوالحقیق ابو رافع۔ آنحضرتؐ کے جانی دشمنوں میں سے تھا۔ آنحضرتؐ کی ہجو کیا کرتا تھا اور خیبر میں جا کر اسے مرکز شرارت بنا رکھا تھا۔ قبیلہ خزرج کے غیرت مندوں نے آنحضرتؐ سے اس کی سزا دہی کی اجازت مانگی اور پانچ بہادر جن کا سردار عبداللہ بن عتیک[1] تھا روانہ ہوئے۔ حضرت عبداللہ بن عتیکؓ نے اس کا کام تمام کر دیا۔ واپسی پر سیڑھی سے پاؤں اکھڑ گیا اور پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ ان کے ساتھی ان کو پٹی باندھ کر اور ان کو اٹھا کر آنحضرتؐ کی خدمت میں لے آئے۔ حضرت عبداللہؓ کہتے ہیں۔ کہ میں نے یہ ماجرا آنحضرتؐ سے عرض کیا۔ آپؐ نے فرمایا۔ اُبْسُطْ رِجْلَكَ ۔ "یعنی اپنا پاؤں (سیدھا کر کے) پھیلاؤ۔ فَمَسَحَهَا ۔ آپؐ نے اپنے دست مبارک سے اسے مسح کیا۔ یعنی اس پر اپنا دست مبارک پھیرا۔ فَكَأَنَّمَا لَمْ أَشْتَكِهَا قَطُّ یعنی تو میں ایسا صحیح سلامت ہو گیا۔ کہ مجھے اس کے متعلق کوئی تکلیف تھی ہی نہیں۔ (رواہ البخاری)[2]

۱ سیرت ابن ہشام میں یہ ذکر بالتفصیل مذکور ہے (جلد ۲ ص ۲۰۹ علی ہامش الروض الانف۔ ۱۲ منہ
۲ مشکوۃ باب المعجزات ص ۵۲۳، ۵۲۵۔ ۱۲ منہ

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بے نظیر کتاب شفا میں آنحضرت ؐ کے دست مبارک کی برکت سے پانی۔ غلہ اور کھانے میں کثرت ہو جانے کے متعلق صحیح بخاری مسلم، موطا امام مالکؒ، جامع ترمذی وغیرہ کتب حدیث سے حضرت انسؓ، حضرت جابرؓ اور حضرت ابن مسعود کی روایات ذکر کی ہیں۔ جن کی نقل موجب طوالت ہے[1]

لعاب مبارک کی برکت

لعاب (آبِ دہن) ایک قسم کا فضلہ ہے جو زبان کی جڑ کے نیچے کے دو سوراخوں سے منہ میں آتا رہتا ہے تاکہ زبان اور منہ ہر وقت تر رہے۔[2] ہر چند کہ یہ ایک فضلہ ہے۔ لیکن نہایت کارآمد ہے اور چونکہ زبان کی جڑ سے پیدا ہوتا ہے اور پیغمبران خدا کی زبان وحی الٰہی کی ترجمان ہوتی ہے۔ اس لئے اس میں یمن و برکت ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تسبیح و تہلیل وغیرہ اذکار اور تلاوت قرآن مجید اور درود شریف میں مشغول رہنے اور خطبہ و تذکیر اور خلق اللہ کو ارشاد و ہدایت اور تفسیر و حدیث کی تدریس میں لگے رہنے سے بزرگان دین کے لعاب و دم میں بھی برکت پیدا ہو جاتی ہے اور ان سے بیمار شفاء پاتے ہیں۔[3]

اس کے برخلاف جن لوگوں کی زبانیں جھوٹ۔ بیہودہ بکواس، گالی گلوچ غیبت و بدگوئی اور دیگر منکر باتوں میں لگی رہتی ہیں، ان کے لعاب میں ایک روحانی زہر پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ دوسروں کے لئے باعث ضرر ہو جاتا ہے بلکہ ان کا سانس بھی اس سے متکیف ہو جاتا ہے۔ جس طرح کسی کو مسوڑھوں میں یا منہ کے اندرونی حصے میں کوئی طبی و خلطی بیماری ہو یا زخم کے سبب اس میں پیپ پڑ گئی ہو۔ تو اس کا لعاب دوسروں کے لئے موجب حدوثِ مرض ہو جاتا ہے۔ بلکہ اس کا سانس بھی خطرناک ہو جاتا ہے۔

---

[1] شفاء قاضی عیاضؒ مطبوعہ قسطنطنیہ جلد اول ص ۲۴۰ سے ص ۲۴۶ تک۔ ۱۲ منہ

[2] مستفاد از مفرح القلوب شرح قانونچہ مقالہ دوم ص ۱۱۳۔ ۱۲ منہ

[3] یہ امور اس کثرت سے مشاہدہ میں آتے رہتے ہیں کہ انکار کی گنجائش نہیں۔ ۱۲ منہ

اس تمہید کو سمجھ جانے کے بعد احادیث ذیل کو مطالعہ فرمائیں:۔

پہلی حدیث:۔ جنگ خیبر کے موقع پر آنحضرت ؐ نے حضرت علی مرتضیٰؓ کو جھنڈا دینے کے لئے یاد فرمایا۔ صحابہؓ نے عرض کیا۔ **ھُوَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ یَشْتَکِیْ عَیْنَیْہِ** ۔یعنی حضور! ان کی آنکھوں میں تکلیف ہے۔ آپ ؐ نے ان کو بلوایا۔ **فَبَصَقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ عَیْنَیْہِ** ۔ (یعنی) آنحضرت ﷺ نے ان کی دونوں آنکھوں میں تھوکا۔ **فَبَرَءَ حَتّٰی کَاَنْ لَّمْ یَکُنْ بِہٖ وَجْعٌ** (یعنی) پس آپ کو عافیت ہوگئی۔ گویا کہ آپ کو کوئی تکلیف و بیماری تھی ہی نہیں۔ (متفق علیہ[1])

دوسری حدیث:۔ صحیح بخاریؒ میں یزید بن ابی عبید کی روایت ہے کہ میں نے حضرت سلمہ بن اکوع (صحابیؓ) کی پنڈلی پر ضرب کا نشان دیکھا۔ میں نے پوچھا اے ابو سلمہ! یہ ضرب کیسی ہے؟ فرمایا یہ وہ ضرب ہے جو مجھے خیبر (کی لڑائی) کے دن لگی تھی۔ جس پر لوگ کہتے تھے کہ سلمہ مر گیا۔ میں رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آپ ؐ نے اس پر تین دفعہ تھوکا۔ پھر مجھے اس ساعت تک شکایت نہیں ہوئی۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۵۲۲)

حضور ؐ کے پسینہ میں خوشبو

پسینہ ہضم رابع کا فضلہ ہے۔ جس سے رقیق مواد خارج ہوتے ہیں اور وہ بدبودار ہوتا ہے۔ لیکن حبیب خدا ﷺ کا پسینہ بھی خوشبودار تھا۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں بخاری و مسلم کی متفق علیہ روایت سے منقول ہے کہ حضور ؐ کبھی اپنے خادم خاص حضرت انسؓ کے گھر جاتے تو ان کی والدہ حضرت ام سلیمؓ آپ ؐ کے لئے چمڑے کا بستر بچھا دیتیں۔ اور آپ اس

---

[1] مشکوٰۃ ص ۵۵۵، ۵۵۶ باب مناقب علی بن ابی طالبؓ۔ ۱۲ منہ

پر قیلولہ فرماتے۔ آنحضرتؐ کو پسینہ[1] زیادہ آتا تھا حضرت ام سلیمؓ حضورؐ کے پسینہ کو ایک شیشی میں لے لیتیں اور کسی دوسری خوشبو میں ملا کر اپنے پاس رکھتیں (اور نئی دلہن یا لڑکیوں کو بطور تحفہ دیتیں) آنحضرتؐ نے (ایک دن) دریافت کیا۔ ام سلیمؓ! یہ کیا؟ (کرتی ہو) اس نے عرض کیا حضور! (میرے ماں باپ آپ پر سے قربان ہوں) ہم اسے دوسری خوشبو میں ملا دیتی ہیں تو وہ بہت عمدہ (قسم کی) خوشبو[2] ہو جاتی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم اس سے اپنے بچوں کے لئے برکت کی امید رکھتی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا اصبت یعنی ام سلیم تو نے ٹھیک کیا۔ (متفق علیہ[3])

۲۔ آنحضرتؐ کے خادم خاص حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ کی رنگت نہایت روشن تھی اور آپؐ کے پسینہ (کے قطرے) گویا کہ موتی (کے دانے) تھے چلنے کے وقت کچھ آگے کو جھک کر چلتے اور میں نے کوئی ریشم یا پٹ آپؐ کی ہتھیلی مبارک سے زیادہ نرم نہیں چھوا اور نہ کوئی کستوری نہ عنبر۔ آپؐ کے (جسد مبارک) کی خوشبو سے زیادہ خوشبودار سونگھی۔ (متفق علیہ) مشکوٰۃ صفحہ ۵۰۸، ۵۰۹)

۳۔ صحیح مسلم میں حضرت جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے آنحضرتؐ کے ساتھ پیشین (ظہر) کی نماز پڑھی۔ آپؐ (مسجد سے) گھر کو نکلے۔ تو میں بھی حضورؐ کے ساتھ ہی نکلا۔ سامنے سے آپؐ کو (رستہ میں) چند بچے آتے ہوئے ملے۔ آپؐ نے (بکمال شفقت و محبت) ایک ایک کے چہرے پر دست مبارک پھیرا اور میرے چہرے پر بھی پھیرا۔ میں نے آپؐ کے دست مبارک کی ٹھنڈک اور خوشبو ایسی پائی۔ کہ گویا آپؐ نے اپنا ہاتھ مبارک کسی عطار کے ڈبے سے نکالا ہے۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۵۰۹)

۴۔ اسی طرح جامع ترمذی میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ جس رستے سے

۱۔ یہ صحت مزاج اور قوت بدن کی علامت ہے۔ ۱۲ منہ

۲۔ یعنی اس کی صفت وصنف ہی اور ہو جاتی ہے۔ ۱۲ منہ

۳۔ صحیحین کی روایات کو جمع کر کے بطور حاصل مطلب کے لکھا ہے۔ ۱۲ منہ

چلتے تھے۔ آپؐ کے بعد کا چلنے والا پہچان لیتا تھا کہ حضورؐ اس رستے سے گزرے ہیں۔ آپؐ کی خوشبو کی وجہ سے۔" (مشکوٰۃ صفحہ ۵۰۹)

الغرض حضور انور ﷺ سراپا برکت تھے اور سب انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی وحی کے سبب ہر امر میں یمن و برکت والے ہوتے ہیں۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ کی زبانی نقل کیا کہ انہوں نے آغوشِ مادر میں کہا۔ **وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا أَيْنَمَا كُنتُ** ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھ کو صاحب برکت بنایا ہے۔ جہاں کہیں میں ہوں۔ (زمین پر یا آسمان پر۔ سفر میں یا حضر میں) اور حضرت ابراہیم واسحاق (علیہما السلام) کے حق میں فرمایا:۔ **وَبَارَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلَىٰ إِسْحَاقَ** ۔ (صافات پ ۲۳) یعنی "ہم نے برکت رکھی اس پر یعنی ابراہیم پر اور اسحاق" پر (بھی)"۔

اور اہل صلاحیت کے دم قدم کی برکت سے بیماریوں اور آفتوں کا دور ہونا اور بارشوں کا بوقت ضرورت برسنا اور رزق و مال میں افزائش احادیث صحیحہ مرفوعہ اور آثار صحابہ اور دیگر بزرگان دین کے واقعات سے ثابت ہے اور یہ متواترات کی جنس سے ہے اس سے انکار کی گنجائش نہیں۔ **ھذا واللہ الھادی۔**

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام قرآن مجید کی نسبت فرمایا:۔

كِتَابٌ" أَنزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ ۔ (ص پ ۲۳) یعنی (اے پیغمبرؐ!) ہم نے (یہ) برکت والی کتاب آپ کی طرف اتاری ہے۔"

نیز فرمایا:۔ **وَهَٰذَا ذِكْرٌ " مُّبَارَكٌ" أَنزَلْنَاهُ** (انبیاء پ ۱۷) یعنی یہ برکت والا ذکر (نصیحت نامہ) ہے، جسے ہم نے مقام عظمت سے) اتارا ہے۔"

نیز فرمایا:۔ **وَهَٰذَا كِتَابٌ" أَنزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ"** ۔ (انعام پ ۷) یعنی یہ کتاب برکت

والی کتاب ہے، جسے ہم نے (مقام عظمت سے) نازل کیا ہے۔

الغرض یہ برکت والی کتاب حضورؐ کے قلب پاک پر اتاری گئی جیسا کہ فرمایا:۔

فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ (بقرہ پ ۱)

"یعنی حضرت جبریلؑ تو یہ قرآن آپؐ کے قلب پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے لے کر آئے ہیں، (پھر ان کی دشمنی کے کیا معنی؟)

نیز فرمایا:۔ **نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ عَلٰى قَلْبِكَ** (الشعراء پ ۱۹) یعنی "(اے پیغمبر!) آپؐ کے قلب پر اس قرآن کو الروح الامین لیکر آئے ہیں۔"

ان آیات سے واضح ہوگیا کہ حضورؐ کا قلب فیوض و برکات رحمانیہ کا خزینہ اور انوار و اسرار ربانیہ کا گنجینہ ہے۔ جس کسی کو حضرت عبداللہ بن عباسؓ وغیرہ کی طرح اس سے اتصال و انضمام نصیب ہوگیا۔ اس کا سینہ نور و سکینہ سے بھر گیا اور جس کسی پر آپؐ کی نظر کرم پڑ گئی۔ اس کا دل خدا کی طرف متوجہ ہوگیا۔

چنانچہ تفسیر سراج منیر میں امام خطیب شربینیؒ آیت ویزکیھم (جمعہ پ ۲۸) کے ضمن میں فرماتے ہیں:۔

وَيُزَكِّيْهِمْ یعنی یہ نبی امی (صلعم) پاک کرتا ہے۔ ان کو شرک اور رذیلے اخلاق اور ٹیڑھے عقائد سے اور آنحضرتؐ کا یہ تزکیہ اپنی حیات طیبہ میں ان لوگوں کی طرف نظر (کرم) کرنے اور ان کو علم دین کے سکھانے اور ان پر قرآن شریف کے تلاوت کرنے سے تھا۔ پس کبھی ایسا بھی ہوتا کہ آپؐ کسی انسان کی طرف نظر محبت سے دیکھتے تو اللہ تعالیٰ اس کی قابلیتوں کے موافق اور ان امور کے مطابق جن کی نسبت اللہ تعالیٰ نے عالم قضا و قدر میں

مقرر رکھا ہے۔" کہ وہ عالم اسباب میں مہیا ہوں۔ اس شخص کا تزکیہ کر دیتا۔ پس وہ شخص آپؐ کا نہایت درجے کا عاشق (صادق) اور آپؐ کی اتباع (پیروی) کو اچھی طرح سے لازم پکڑنے والا اور اللہ کی کتاب اور آپؐ کی سنت میں نہایت درجہ کا راسخ و پختہ ہو جاتا۔ (انتہی مترجما)

یہ اثر بالمشافہ ان ارباب عقیدت پر تھا۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی پاک صحبت کے لئے منتخب کر لیا تھا اور اب بعد وفات شریف کے آپؐ کے انوار کی برکت کے لئے اللہ کی کتاب تو وہی ہے اور آپؐ کے نفس طیبہ کی بجائے آپؐ کے انفاس طیبہ ہیں۔ جو آپؐ کے علمی اور تعلیمی فیوض و برکات کے حامل ہیں اور وہ اسفار حدیث میں مکتوب ہیں۔ ان پر اعتقاد رکھنا اور ان کے مطابق عمل کر کے اپنے قلب کو پاک صاف کرنا نزول برکات کا موجب ہے اور جو لوگ شب و روز آپؐ کے آثار و احادیث طیبہ کا شغل و ذکر رکھتے ہیں۔ ان کو آپؐ کی معنوی صحبت کا رتبہ ملتا ہے۔ چنانچہ اسی معنی میں کہا گیا ہے۔

اَهْلُ الْحَدِيْثِ هُمُوْا اَهْلُ النَّبِيِّ وَاِنْ
لَمْ يَصْحَبُوْا نَفْسَهٗ اَنْفَاسَهٗ صَحِبُوْا[1]

---

۱ نفس ف کی سکون کے ساتھ بروزن فلس۔ بمعنی تن و ذات اس کی جمع نفوس آتی ہے اور نفس ف کے فتحہ کے ساتھ بروزن فرس بمعنی دم سانس، اس کی جمع انفاس آتی ہے (صراح منتہی الارب) حاصل اس شعر کا یہ ہے کہ اہل حدیث کو اگرچہ بعد زمانہ کے سبب پیغمبر صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے جسد مبارک کی مصاحبت حاصل نہیں ہوسکی۔ لیکن آپؐ کے انفاس طیبہ سے پیدا شدہ کلام یعنی احادیث شریفہ سے تو صحبت حاصل ہے کہ وہ آپؐ کے ارشادات کی برکات کے حامل ہیں۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْھُمْ۔ ۱۲ منہ

یعنی اہل حدیث۔ نبی کریمؐ کے اہل ہیں۔ اگرچہ انہوں نے آپؐ کی ذات گرامی کی صحبت کا شرف نہیں پایا۔ لیکن آپؐ کے انفاس طیبہ کی صحبت تو حاصل ہے۔"

حضرت شاہ عبداللہ مجددیؒ المعروف شاہ غلام علی صاحبؒ مقامات مظہری میں بضمن ذکر حاجی محمد افضل[1] صاحب سیالکوٹی حضرت مرزا مظہر جانجاناں شہید کا قول نقل فرماتے ہیں۔

حضرت (مرزا جان جاناںؒ) صاحب فرماتے تھے کہ اگرچہ میں نے حضرت (حاجی محمد افضل) صاحبؒ سے بظاہر (سلوک فقر) کا استفادہ نہیں کیا۔ لیکن حدیث شریف کے سبق کے ضمن میں آپ کے باطن شریف سے فیوض فائض ہوتے تھے اور عرض نسبت[2] میں قوت پہنچی تھی۔ حضرت (حاجی) صاحب کو حدیث شریف کے بیان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی نسبت میں استغراق ہو جاتا تھا اور بہت سے انوار و برکات ظاہر ہوتے تھے گویا کہ معنوی طور پر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی صحبت حاصل ہو جاتی تھی۔ الخ (مقامات مظہری)

الغرض حضور اکرم ﷺ چشمہ فیض و برکت ہیں اور آپؐ کا فیض بوجہ آپؐ کے خاتم النبیین ہونے کے تا قیام دنیا جاری ہے اور ان فیوض کے حصول کے ذرائع قرآن وحدیث کی اتباع اور محدثین عظام کی صحبت ہے قرآن وحدیث تو اصل منبع و مخزن شریعت ہیں اور محدثین و اولیاء اللہ آنحضرتؐ کے علوم و اعمال کے محافظ و رہنما ہیں۔ بس ان کی رہنمائی میں سیدھے چلے جاؤ اور دائیں بائیں نہ دیکھو۔ پھر اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنی محبت بھر ثمرہ پالو گے۔ حضرت مرزا مظہر جان جاناں فرماتے ہیں:۔

اللہ تعالیٰ طبیعت مرا در غایتِ اعتدال آفریدہ است، و در طینتِ من رغبت اتباع سنت نبوی صلی اللہ علیہ والہ وسلم ودیعت نہادہ۔ (مقامات مظہری صفحہ ۱۶)

---

[1] حاجی محمد افضل صاحب سیالکوٹی اکابرین سے تھے۔ اپنے وطن سیالکوٹ سے دہلی میں وطن پذیر ہو گئے اور وہیں وفات پائی۔ آپ کا مزار حضرت خواجہ باقی باللہ کے مزار پر انوار سے متصل ہے۔ حدیث میں حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ کے علاوہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے بھی استاد ہیں۔ آپ نے شیخ سالم بن عبداللہ بصریؒ ثم المکی سے مکہ شریف میں علم حدیث حاصل کیا۔ علاوہ علوم ظاہری کے باطنی کمالات میں بھی کامل تھے۔ ان کے کچھ کچھ حالات مقاماتِ مظہری کے فصل سوم میں مذکور ہیں۔ رحمہ اللہ ۱۲ منہ۔

[2] حضرات صوفیائے کرام کے نزدیک نسبت سے مراد خدا تعالیٰ سے ارتباط قلب کا نام ہے اور وہ اس کا نام سکینہ اور نور بھی رکھتے ہیں۔ مستفاد از رسالہ القول الجمیل مصنفہ شاہ ولی اللہ صاحبؒ ۱۲ منہ۔

روحانی استعداد میں ترقی:۔ روحانی ترقی کی صورت یہ ہے کہ روح میں جذب الی اللہ کی صفت حاصل ہو جائے اور یہ بات دائمی توجہ الی اللہ اور کثرت ذکر سے حاصل ہوتی ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب حقیقت نسبت کے بیان میں فرماتے ہیں۔

اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ جب بندہ طاعات اور طہارت اور اذکار پر ہمیشگی کرتا ہے تو اس کو ایک صفت حاصل ہوتی ہے جس کا قیام نفس ناطقہ میں ہوتا ہے اور اس توجہ کا ملکہ راسخہ پیدا ہو جاتا ہے۔ (انتہی مترجماً القول الجمیل)

پھر حضرت شاہ صاحب اس شبہ کا حل کہ متاخرین صوفیہؒ کا طریق ذکر صحابہ و تابعین سے منقول نہیں ہے یوں کرتے ہیں:۔

میرے نزدیک ظن غالب یہ ہے کہ حضرات صحابہ اور تابعین سکینہ یعنی نسبت کو اور ہی طریقوں سے حاصل کرتے تھے۔ سو منجملہ انکے مواظبت (ہمیشگی) ہے۔ صلوات اور تسبیحات پر خلوت میں خشوع اور خضوع کی شرط کے ساتھ اور منجملہ ان کے مواظبت ہے طہارت پر اور لذتوں کی توڑنے والی (موت) کی یاد پر، اور (یاد کرنا) اسکو جو حق تعالیٰ نے مطیعوں کے واسطے ثواب تیار کر رکھا ہے نیز (یاد کرنا اس کو جو نافرمانوں (گنہگاروں) کے لئے عذاب معین کر رکھا ہے تو اس مواظبت اور یاد سے لذات حسیہ سے جدائی اور انقطاع ہو جاتا ہے اور منجملہ ان کے مواظبت ہے قرآن مجید کی تلاوت پر اور اس کے معانی میں تدبر کرنے پر اور واعظین کی پند و موعظت سننے پر اور ان احادیث کے سننے سمجھنے پر جن سے دل نرم ہو جاتے ہیں۔ حاصل کلام یہ کہ (صحابہؓ اور تابعین) اشیائے مذکورہ پر مدت دراز تک (پختگی سے) مواظبت کرتے تھے۔ پس ان کو اس سے ملکہ راسخہ اور ہیات نفسانیہ حاصل ہو جاتی تھی۔ پھر باقی تمام عمر تک اسکی محافظت کرتے تھے۔ (کہ متاع بے بہا کہیں ضائع نہ ہو جائے) اور یہ معنی متوارث ہے رسول کریم ﷺ سے ہمارے مشائخ کے طریق سے، اس میں کسی قسم کا

شک نہیں ہے اگرچہ رنگ مختلف ہیں اور حاصل کرنے کے طریقے جدا جدا ہیں۔

مولانا خرم علی صاحب القول الجمیل کے ترجمہ شفاء العلیلین میں اس عبارت کے ترجمہ کے بعد فرماتے ہیں:۔

خلاصہ جواب یہ ہے کہ جس امر کے واسطے اولیائے طریقت رضی اللہ عنہم نے یہ اشغال مقرر کیے ہیں۔ وہ زبان رسالت سے اب تک برابر چلا آیا ہے۔ گو طریق اس کی تحصیل کے مختلف ہیں۔ تو فی الواقع اولیائے طریقت مجتہدین شریعت کے مانند ہوئے۔

یہ عاجز خاکپائے حضرات بزرگان دین کہتا ہے کہ کثرت ذکر اور تسبیحات اور تلاوت قرآن مجید پر مواظبت کی تاکید و ترغیب قرآن مجید اور حدیث شریف میں بکثرت ہے۔ ہم اپنے قارئین کے لئے بعض مقامات مع ترجمہ اور تشریحات کے نقل کرتے ہیں۔

حق تعالیٰ نے سورہ احزاب پارہ ۲۲ میں فرمایا:۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا O

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو (تمہارے ایمان کا مقتضے یہ ہے کہ) تم خدا کو بہت بہت یاد کیا کرو اور تسبیح پڑھتے رہا کرو اس کی صبح و شام۔ (تاکہ ان ہر دو اوقات میں تسبیح کرنے سے ان کے درمیانی اوقات یعنے باقی دن اور رات میں بھی کثرت تسبیحات کا اثر جاری و ساری رہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ذکر اور تسبیحات سے نور قلب اور تصفیہ و تزکیہ باطن حاصل ہوتا ہے۔

پھر فرمایا:۔

هُوَ الَّذِي يُصَلِّي عَلَيْكُمْ وَمَلَائِكَتُهُ لِيُخْرِجَكُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا O

اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جو تم پر (دائما) برکات نازل کرتا رہتا ہے اور فرشتے بھی تمہارے لئے مغفرت و رحمت کی دعائیں کرتے رہتے ہیں۔ تاکہ (اللہ تعالیٰ) تم کو

(کفر و شرک اور بدعات و توہمات اور معاصی و شبہات اور ناپاک اخلاق و عادات اور نفسانی حجابات کی) ظلمتوں سے نکال کر ایمان و اتباع سنت اور طاعات و خیرات اور کشوف و مشاہدات کی) روشنی میں لے آئے۔ اور وہ مومنوں پر (تو خصوصیت سے) مہربان ہے چنانچہ قیامت کے دن اور بھی لطف و کرم کرے گا کہ ان ذاکرین و مسبحین کو اس کے دربار سے سلام کا تحفہ ملے گا جو ہر طرح کی آفت سے سلامتی کا ضامن ہوگا۔ چنانچہ اس کے بعد فرمایا:۔

تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهُ سَلَامٌ "یعنی جس دن (یہ مومن) اس کی ملاقات کریں گے تو ان کا تحفہ سلام ہوگا اور مزید برآں یہ کہ **وَأَعَدَّ لَهُمْ أَجْرًا كَرِيمًا**۔ (احزاب پ ۲۲) یعنی اور تیار کر رکھا ہے ان کے لئے اجر نہایت عزت و قدر والا۔

ذکرِ کثیر

احادیث و آیات سے ثابت ہے کہ فرشتوں کی پیدائش نور سے ہے ان کا مایہ حیات ذکر خدا ہے تسبیحات ان کا دن رات کا شغل ہے نہ وہ اس سے تھکتے ہیں نہ اکتاتے ہیں انسان خاکی ہے پھر سرکش نفس بھی اس پر سوار ہے۔ سفلیات میں گرنا اس کا کام ہے اسلئے اس خاک کے پتلے کو نورانی لوگوں سے مناسبت و مشابہت تب حاصل ہو۔ جب وہ روزانہ مشق اور دائمی ریاضت سے ممنوع نفسانی خواہشوں سے تو بالکل پاک ہو جائے اور مباحات میں تقلیل (کمی) کر کے نفس کے اضطراب اور نفسانی خواہشوں کی کشمکش سے سلامت رہے اور سکون خاطر اور فراغ قلب سے اپنے اوقات کو طاعات و ذکر خدا سے معمور رکھے اور یقین جانے کہ قلب کی حقیقی طمانیت تو بس ذکر خدا میں ہے اگر کسی کا دل اس کے سوا کسی اور چیز سے مانوس ہو گیا اور وہ سمجھتا ہے کہ میں اس حالت میں مطمئن ہوں تو یہ اس کی نادانی ہے جیسے کہ بچوں کا کھیل یا کھلونے سے سکون و قرار ہو جاتا ہے۔ اسی طرح دنیادار جو ذکر خدا کی لذت سے آشنا ہیں۔ وہ امور دنیا اور اس نہ رہنے والی زندگی کی لذت میں اپنا سکون و قرار سمجھ لیتے ہیں۔ اسی معنی میں فرمایا۔

إِنَّ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا وَرَضُوا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاطْمَأَنُّوا بِهَا وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ آيَاتِنَا غَافِلُونَ. أُولَٰئِكَ مَأْوَاهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ۔ (یونس پ ۱۱)

toobaa-elibrary.blogspot.com

"یعنی جو لوگ ہماری ملاقات کا ڈر نہیں رکھتے اور دنیوی زندگی پر راضی ہوگئے اور اسی سے مطمئن ہوگئے اور وہ ہمارے احکام سے غافل ہوگئے ہیں۔ کچھ شک نہیں کہ ان کا ٹھکانا جہنم میں ہوگا۔ اس کمائی کے بدلے جو وہ کرتے رہے۔"

اور خدا یاد لوگوں کی نسبت فرمایا:۔

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُھُمْ بِذِکْرِ اللّٰہِ اَلاَ بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔

(رعد پ۱۳) "یعنی) خدا کی طرف وہ لوگ رجوع لاتے ہیں۔ جو ایمان لے آتے ہیں اور خدا کے ذکر سے ان کے دل قرار پکڑتے ہیں۔ سن رکھو کہ دلوں کو اطمینان (حقیقی) صرف یادِ خدا ہی سے ملتا ہے۔"

حاصل مطلب یہ کہ امور دنیا میں کمی کرکے ذکر خدا کے لئے فراغت حاصل کی جائے اور اطمینان قلب اور سکون خاطر سے خدا کو یاد کیا جائے اور مشق روزانہ اور دائمی چاہیے کیونکہ ناغوں سے استعداد ناقص رہتی ہے اور کمال حاصل نہیں ہوتا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا:۔

اَحَبُّ الْاَعْمَالِ اِلَی اللّٰہِ اَدْوَمُھَا وَاِنْ قَلَّ۔ متفق علیہ (مشکوٰۃ صفحہ ۱۰۲)

(یعنی) حضورؐ نے فرمایا کہ خدا کے نزدیک سب سے پیارے اعمال وہ ہیں جو دائمی ہوں۔ اگرچہ تھوڑے ہی ہوں۔"

اسی لئے ذکر خدا کے حکم یا ترغیب کے ساتھ قرآن شریف میں کَثِیْرًا کا لفظ بکثرت وارد ہے۔ ملاحظہ ہوں آیات ذیل:۔

۱۔ حضرت یحییٰؑ کی ولادت کی بشارت کے سلسلہ میں حضرت زکریا کو حکم دیا۔

وَاذْکُرْ رَّبَّکَ کَثِیْرًا۔ (آل عمران پ۳)

۲۔ جہاد میں دشمنوں کے مقابلہ میں ڈٹے رہنے کے ساتھ یاد الٰہی میں مشغول رہنے کا حکم دیا۔ واذکروا اللہ کثیرا (انفال پ۱۰) یعنی یاد کرتے رہو خدا کو بہت بہت۔

۳۔ حضرت موسیٰؑ نے حضرت ہارونؑ کو معاون بنانے کے سلسلے میں عرض کیا تھا۔ کہ نُسَبِّحَکَ کَثِیْرًا وَّ نَذْکُرَکَ کَثِیْرًا (طٰہٰ پ۱۶) یعنی ہم دونوں مل کر تسبیح کریں تیری بہت بہت اور یاد کریں تجھ کو بہت بہت۔

۴۔ مساجد کی شان میں فرمایا۔ وَ مَسَاجِدُ یُذْکَرُ فِیْھَا اسْمُ اللّٰہِ کَثِیْرًا (حج پ۱۷) یعنی مسجدیں جن میں خدا کا نام بہت بہت یاد کیا جاتا ہے۔

۵۔ ایماندار اور نیکوکار شاعروں کے وصف میں فرمایا۔ وَذَکَرُ اللّٰہَ کَثِیْرًا (شعراء پ۱۹) یعنی یاد کرتے ہیں وہ خدا کو بہت بہت۔"

۶۔ اتباع سنت کے سلسلے میں مومنوں کی شان میں فرمایا۔ وَذَکَرَ اللّٰہَ کَثِیْرًا۔ (احزاب پ۲۲) یعنی مومن متبع سنت ہو کر یاد کرنا چاہیے خدا کو بہت بہت۔

۷۔ مومنوں کے اوصاف میں فرمایا۔ وَالذّٰکِرِیْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا وَّالذّٰکِرَاتِ (احزاب پ۲۲) یعنی وہ مرد اور عورتیں جو یاد کرتے ہیں خدا کو بہت بہت۔

۸۔ مومنوں کو یاد خدا کے حکم خصوصی میں فرمایا:۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا۔ (احزاب پ۲۲) یعنی اے مومنو! یاد کیا کرو اللہ تعالیٰ کو بہت بہت۔

۹۔ نماز جمعہ کے بعد دنیا کے کاموں میں لگ جانے پر بھی یاد خدا کا حکم کیا۔ وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا (الجمعہ پ۲۸) یعنی یاد کیا کرو خدا کو بہت بہت۔"

قرآن شریف میں ان نو مقامات پر ذکر خدا کے ساتھ کثیرا کا لفظ وارد ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ کو اپنا ذکر کثیر مطلوب ہے اور ذکر قلیل اسے پسند نہیں۔

چنانچہ منافقوں کی حالت یوں بیان فرمائی۔

وَلَا یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ اِلَّا قَلِیْلًا مُّذَبْذَبِیْنَ بَیْنَ ذٰلِکَ ۔ (النساء پ ۵) یعنی منافق نہیں یاد کرتے خداتعالیٰ کو مگر تھوڑا۔

سابقاً حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے کلام سے بھی گذر چکا ہے اور اس عاجز نے بھی برکات محمدیہ کے سلسلہ کی سب سے پہلی تصنیف **قنوتِ نوازل واذکار مسنونہ** ''(طبع اول) میں بالتصریح لکھ دیا تھا۔ ''قرآن وحدیث کی تصریحات واشارات اور بزرگان دین کے تجربات سے اس عاجز نے قرب نوافل میں سب سے زیادہ موثر چار چیزوں کو پایا۔''

اول	دوم	سوم	چہارم
نماز تہجد	تلاوت قرآن مجید	کثرت درود شریف	کثرت استغفار

''پس جملہ ارادت منداحباب ان ہر چہار کو (عملی طور پر) اپنے اوپر گردانیں۔ اگر پہلے طبیعت پر بوجھ پڑے تو اکتا نہ جائیں۔ بغیر ریاضت ومشقت کے کوئی کام پورا نہیں ہوسکتا۔ اگر بالفرض رات کو ناغہ ہو جائے تو دن کو اور دن کو ہو جائے تو رات کو پورا کرلیں۔

پھر صفحہ ۱۴ پر پانچویں چیز تسبیحات بھی لکھی ہیں اور اب چھٹی چیز تہلیل (**لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ**) بھی لکھتا ہوں۔ کیونکہ حدیث پاک میں اسے افضل الذکر کہا گیا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

سو نماز تہجد کے متعلق ایک مستقل اور جامع رسالہ بنام نماز تہجد مدت سے شائع ہو چکا ہے[1]۔ اسی طرح تلاوت قرآن مجید کے متعلق بھی بہت جامع اور بے نظیر رسالہ بنام حلاوت الایمان بتلاوۃ القرآن چھپ چکا ہے[2]۔ اب اس مقام پر خدا کی توفیق سے استغفار و تسبیحات وتہلیلات وغیرہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ **واللّٰہ المُوَفِّق**۔

---

۱ یہ کتاب موجود نہیں ہے۔ ۲ یہ کتاب ادارہ التبلیغ نظام آباد سے مل سکتی ہے۔ ''ادارہ''

استغفار

جمعے بدرت گریہ وآہ آوردند — جمعے ہمہ دیدہ و نگاہ آوردند!!

جمعے شنیدند آوازہ عفوترا — رفتند وجہاں جہاں گناہ آوردند

استغفار:۔ باب استفعال ہے، مادہ غفر ہے۔ اس کے معنی ہیں لغزشوں اور خطاؤں کی بخشش و پردہ پوشی چاہنا۔ چنانچہ صراح میں ہے۔ استغفار ''آمرزش خواستن''۔ خطیات چھوٹی بھی ہوتی ہیں اور بڑی بھی عمداور ارادہ سے بھی کی جاتی ہیں اور بھول سے غلطی سے بھی ہو جاتی ہیں۔ کسی خاص اثر سے متاثر ہو کر بھی کی جاتی ہیں اور دلیری اور بیباکی اور ضد وعناد سے بھی ان کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔ غرض مختلف حالتوں اور مختلف صورتوں میں انسان سے ایسے افعال سرزد ہو جاتے ہیں۔ جو مناسب نہیں ہوتے۔ پھر اس نامناسبت کے بھی کئی پہلو ہیں۔ بعض امر شرع کی رو سے نامناسب بلکہ ممنوع ہیں اور بعض شرعاً تو نادرست نہیں۔ لیکن تقاضائے وقت اور مصلحت کے خلاف ہیں بعض اخلاقاً مذموم ہیں اور بعض سوسائٹی کے لحاظ سے ناموزوں ہیں اور بعض ایسے بھی ہیں کہ ایک حالت میں تو نامناسب ہیں لیکن دوسری جہت سے بالکل بامصلحت بلکہ ضروری ہو جاتے ہیں اور بعض وقت اشخاص کے رو سے بھی مناسب ونامناسب کا حکم لگ جاتا ہے۔ عوام عموماً بازاروں میں اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے[1] کھاتے پیتے شوروغوغا کرتے رہتے ہیں ان کی نسبت ان باتوں کی پرواہ نہیں کی جاتی۔ لیکن اگر یہی حرکات خواص سے سرزد ہوں تو ان کے وقار ومنصب کے خلاف سمجھا جاتا ہے۔ غرض اس کا طول وعرض بہت وسیع ہے اور اس کی شقیں بکثرت ہیں جن کی بنا پر اس کی تقسیم صغیرہ و کبیرہ اور خطاء وعمد اور سہو ونسیان اور اقرار وعناد میں کی گئی ہے اور پھر اس پر پشیمان وشرمندہ ہونے یا اس پر ضد واصرار کرنے کی وجہ سے ان کا حکم بھی الگ الگ رکھنا پڑتا ہے ان سب

---

۱ یعنی بے ضرورت۔ ۱۲

حالتوں کا جامع علاج استغفار ہے۔اس سے طبیعت میں تواضع وانکساری پیدا ہوتی ہے اور غرورونخوت اور کبروعونت دور ہوجاتی ہے۔اس لئے استغفار کا وظیفہ صرف گنہگاروں۔سیاہ کاروں اور خطا کاروں ہی کے لئے ہی نہیں بلکہ خدا کے مقرب وپاکباز بندے اسے بدل و جان کثرت سے رٹتے رہتے ہیں۔ بلکہ گنہگار تو بوجہ دل کی سیاہی کے اس پر مشکل سے عمل کرتے ہیں۔محض عقل وذہن سے نہیں۔ بلکہ نظر ومشاہدہ سے، حقیقی نیکوں اور بدوں کے حالات کو دیکھو۔تو ان میں نمایاں امتیاز پاؤ گے۔قرآن شریف میں عام طور پر استغفار کرنا نیک لوگوں کا شعار کہا گیا ہے اور متمرد وسرکشوں کا کام ضد اور اصرار بتایا گیا ہے۔آیات ذیل سے یہ بات واضح ہوجائیگی۔

اَلَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ اَلصّٰبِرِیْنَ وَالصّٰدِقِیْنَ وَالْقٰنِتِیْنَ وَالْمُنْفِقِیْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِیْنَ بِالْاَسْحَارِ (ال عمران پ۳)

(جنت ان متقین کے لئے تیار رکھی ہوئی ہے) جو کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار! ہم ضرور ایمان لے آئے ہیں۔پس بخش ہم کو گناہ ہمارے۔اور بچا ہم کو عذاب دوزخ سے،وہ جو صبر کرتے ہیں اور سچ بولتے ہیں اور عاجزی کرتے ہیں اور (اللہ تعالیٰ کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں اور سحر گاہ استغفار کرتے ہیں۔

نیز فرمایا: **اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ ۞ اٰخِذِیْنَ مَآ اٰتٰهُمْ رَبُّهُمْ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِیْنَ ۞ كَانُوْا قَلِیْلًا مِّنَ الَّیْلِ مَا یَهْجَعُوْنَ ۞ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ** (ذاریات پ۲۶) بیشک پرہیزگار بیچ باغوں اور چشموں کے ہونگے لینے والے ہونگے وہ جو کچھ دے گا ان کو ان کا پروردگار تحقیق وہ تھے اس

سے پہلے (دنیا میں) نیکوکار وہ رات کو تھوڑا سوتے اور سحر گاہ کو استغفار کرتے تھے۔"

یہ خدا یاد۔ پرہیزگار نیکوکار لوگوں کا حال ہے۔اس کے برخلاف ضدی سرکشوں کا حال حضرت نوحؑ کی زبانی ذکر کیا کہ انہوں نے جناب خداوندی میں اپنی قوم کی شکایت ان الفاظ میں بیان کی۔

وَاِنِّیْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْٓا اَصَابِعَهُمْ فِیْٓ اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِیَابَهُمْ وَاَصَرُّوْا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا۔ (نوح پ۲۹)

"اور میں نے جب کبھی ان کو بلایا۔تاکہ تو ان کو مغفرت کرے تو انہوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ٹھونس لیں اور اپنے کپڑے سمیٹ لئے (تاکہ وہ مجھے نہ چھوئیں) اور انہوں نے ضد کی اور نہایت درجے کا تکبر کیا۔"

الغرض پرہیزگار نیکوکار استغفار کرکے اپنے قلوب کو کبرونخوت اور رعونت وپنداشت سے پاک کرتے ہیں اور ضدی وسرکش استغفار کو موجب عار جان کر گناہ پر اصرار کرتے ہیں۔

استغفار کا بہتر وقت: ۔بعد از نماز تہجد ہے۔جیسا کہ آیات مندرجہ بالا سے ظاہر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی تجلی خصوصی کے نزول کا یہی وقت ہے جیسا کہ حدیث النزول سے ثابت ہے۔تفسیر معالم التنزیل میں آیت سوف **اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّیْ** (یوسف ۱۳) کے ذیل میں اکثر مفسرین کا قول نقل کیا ہے کہ (حضرت یعقوبؑ نے اپنے بیٹوں کے لئے فوراً استغفار نہ کیا۔بلکہ ان سے وعدہ کیا کہ عنقریب بخشش مانگوں گا) اس سے ان کی مراد سحر کے وقت دعا کرنا تھی۔" (جلد۲ صفحہ ۲۷۵)

فضائل استغفار کے بیش از بیش ہیں۔یہ اللہ کی رحمت کا جالب ہے۔گناہ اور گناہ کرانے والی قوتوں (کے میل) کے لئے صابن کا حکم رکھتا ہے۔حدیث ابن ماجہ میں ہے۔

"خوشخبری ہے اس کے لئے جس نے پایا اپنے نامہ اعمال میں استغفار کثیر۔ (مشکوٰۃ شریف)

سید الاستغفار:۔ صیغے استغفار کے بہت ہیں۔ سب کا سردار یہ صیغہ ہے:۔

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَآاِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُکَ وَاَنَا عَلٰے عَھْدِکَ وَوَعْدِکَ مَااسْتَطَعْتُ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّمَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَکَ بِنِعْمَتِکَ عَلَیَّ وَ اَبُوْ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّہٗ لَایَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ[1]

الٰہی! تو میرا مالک و پروردگار ہے۔ تیرے سوا کوئی بھی مستحق عبادت نہیں۔ تو ہی نے مجھے پیدا کیا اور میں تیرا ہی بندہ ہوں۔ میں تیرے عہد اور وعدے پر قائم ہوں جہاں تک میری استطاعت ہے۔ میں اپنے اعمال کی برائی سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ مجھ پر جو تیری نعمتیں ہیں۔ میں ان کا اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا بھی اقرار کرتا ہوں۔ پس مجھے بخش دے۔ بات یہی ہے کہ تیرے سوا کوئی بھی گناہ نہیں بخش سکتا۔"

ان کلمات کی نسبت آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص ان کو دل کے یقین سے دن کے وقت کہے اور پھر اس دن میں شام سے پہلے فوت ہو جائے تو جنتی ہے اور جو کوئی ان کو دل کے یقین سے رات کے وقت کہے اور پھر اس رات صبح ہونے سے پہلے فوت ہو جائے۔ تو وہ بھی جنتی ہے۔ روایت کیا اس حدیث کو امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں[2]۔

حدیث ابن عباسؓ میں ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ جس نے لازم پکڑا استغفار کو کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر تنگی سے خلاصی (کی صورت) اور ہر غم فکر سے کشائش اور رزق پہنچاتا ہے اسے جہاں سے اسے گمان نہیں ہوتا۔ روایت کیا اس حدیث کو امام احمد، اور امام ابوداؤد اور امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے[3]۔

۱۔ مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۹۶ باب الاستغفار والتوبہ ۱۲ منہ

۲۔ مشکوٰۃ شریف ص ۱۹۶ باب الاستغفار والتوبہ ۱۲ منہ

۳۔ مشکوٰۃ شریف ص ۱۹۶ باب الاستغفار والتوبہ ۱۲ منہ

امام طبرانیؒ نے حضرت ابودرداء صحابیؓ سے روایت کیا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص سب مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لئے ہر روز پچیس یا ستائیس دفعہ بخشش مانگتا ہے۔ وہ ان لوگوں میں سے ہو جاتا ہے۔ جن کی دعا مستجاب ہوتی ہے اور اہل زمین کو ان کی برکت سے رزق ملتا ہے۔ (حصن حصین ص ۵۴، ۱۲ منہ)

تحدیثاً بنعمۃ اللہ یہ بندہ حقیر سراپا تقصیر محمد ابراہیم میر سیالکوٹی اللہ تعالیٰ کے حسن توفیق سے سالہا سال سے عموماً ہر شب کو بوقت تہجد اس حدیث کے مطابق خاص خاص فوت شدہ اور زندہ احباب اور ان کی ازواج اور اپنے تمام اساتذہ کرام اور ان کی ازواج اور اپنے تمام اقربا (ذکور واناث) اور اپنے تمام ارادتمند مبایعین اور مخلص خدام اور محسنین ومحبین اور جن کی میں نے کبھی غیبت کی یا جس کسی پر ناحق ظلم کیا اور جس کسی کا میرے ذمہ حق باقی رہ گیا ہو اور میں نہیں جانتا۔ ان سب کے لئے دعائے مغفرت کرنے کے بعد ستائیس دفعہ حضرت نوح علیہ السلام والا استغفار پڑھا کرتا ہوں کہ وہ بہت جامع ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل عمیم سے مجھے اس کی برکات سے متمتع کرے۔ آمین ورنہ میں بہت بڑا گنہگار ہوں۔ سوائے اس کے فضل کے کوئی سہارا نہیں۔

اَللّٰھُمَّ مَغْفِرَتُکَ اَوْسَعُ مِنْ ذُنُوْبِیْ وَرَحْمَتُکَ اَرْجٰی عِنْدِیْ مِنْ عَمَلِیْ ۔ (ترجمہ) اے اللہ تیری بخشش میرے گناہوں سے زیادہ وسیع ہے اور مجھے اپنے عمل کی نسبت تیری رحمت کی زیادہ امید ہے۔

۵۔ نیز امام طبرانیؒ نے حضرت عبادہ بن صامتؓ سے روایت کیا کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ جو شخص مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لئے بخشش مانگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر مومن مرد اور مومن عورت کے عوض ایک نیکی لکھتا ہے۔ ۱۲ (حصن حصین صفحہ ۲۰۶)

۶۔ امام احمدؒ نے حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت کیا کہ رسول کریمؐ نے فرمایا کہ شیطان

نے اللہ تعالیٰ سے کہا تھا۔ تیری عزت وجلال کی قسم ہے کہ جب تک بنی آدم میں ارواح باقی رہیں گے میں ان کو گمراہی میں ڈالتا ہوں گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ مجھے بھی اپنی عزت وجلال کی قسم ہے کہ جب تک وہ مجھ سے بخشش مانگتے رہیں گے میں ان کو بخشتا رہوں گا۔ (حصن حصین صفحہ ۲۰۵، مشکوٰۃ صفحہ ۱۹۶)

بوقت ڈھائی بجے شب عاشورہ محرم ۱۳۲۶ھ

۷۔ **نماز توبہ**:۔ سنن اربعہ میں حضرت صدیق اکبرؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ جس شخص سے کوئی گناہ ہو جائے تو وہ طہارت کر کے دو رکعت نماز پڑھے اور اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگے تو اس کو گناہ بخشا جاتا ہے۔ (حصن حصین صفحہ ۱۵۴)

۸۔ نیز مستدرک حاکم میں حضرت جابر انصاریؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص آنحضرتؐ کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا۔ ہائے گناہ! ہائے گناہ!! حضورؐ نے فرمایا تو کہہ:۔

اَللّٰهُمَّ مَغْفِرَتُكَ اَوْسَعُ مِنْ ذُنُوْبِيْ وَرَحْمَتُكَ اَرْجٰى عِنْدِيْ مِنْ عَمَلِيْ۔ (حصن حصین صفحہ ۱۵۴)

"یا اللہ! تیری بخشش زیادہ کشادہ ہے میرے گناہوں سے اور تیری رحمت میرے نزدیک بہت لائق امید ہے۔ میرے عمل کی نسبت۔"

اس شخص نے یہ کلمات کہے تو حضورؐ نے فرمایا۔ پھر دوبارہ کہہ۔ اس نے پھر یہ کلمات کہے۔ آپؐ نے فرمایا پھر کہہ۔ اس نے پھر تیسری بار) کہے تو آپؐ نے فرمایا۔ اٹھ! اللہ تعالیٰ نے تجھے بخشش دیدی۔ (حصن حصین صفحہ ۱۵۴)

تنبیہہ:۔ یہی مذکورہ بالا دعا نماز توبہ کے تشہد میں بعد درود شریف کے مانگے یا کوئی اور مسنون دعا جس میں توبہ واستغفار کا مضمون ہو تو اختیار ہے۔

حضرات انبیاء (عَلَيْهِمُ السَّلَام) کے استغفار

قرآن مجید میں حضرت انبیاء علیہم السلام کے استغفار کرنے کا بھی ذکر ہے۔ مثلاً:۔

۱۔ ابوالبشر حضرت آدم (علیہ السلام) نے کہا۔ **رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ**۔ (اعراف پ ۸)

یعنی اے پروردگار! ہم دونوں (میاں بیوی) نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو نے ہمیں بخشش نہ دی اور ہم پر رحمت نہ کی تو ہم زیاںکاروں[1] میں سے ہو جائینگے۔

۲۔ حضرت نوح (علیہ السلام) نے کہا:۔ **رَبِّ اغْفِرْلِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ** (سورت نوح پ ۲۹)

یعنی اے میرے پروردگار! بخش دے مجھے بھی اور میرے والدین کو بھی اور اسے بھی جو میرے گھر میں مومن ہو کر داخل ہوا۔ (بیوی یا مہمان یا ملاقاتی) اور باقی تمام مومن مردوں کو بھی اور مومن عورتوں کو بھی۔"

۳۔ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا:۔ **رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ رَبَّنَا اغْفِرْلِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ**۔ (ابراہیم پ ۱۳)

۴۔ حضرت موسیٰ (علیہ السلام) نے کہا:۔ **رَبِّ اغْفِرْلِيْ وَلِاَخِيْ وَاَدْخِلْنَا فِيْ رَحْمَتِكَ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ**۔ (اعراف پ ۹)

۵۔ حضرت داؤد (علیہ السلام) **وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ**۔ (ص پ ۲۳)

یعنی داؤدؑ نے گمان کیا کہ بات تو صرف یہ ہے کہ ہم نے (اس واقعہ میں) اسے صرف آزمایا ہے۔ پس اس نے اپنے رب سے بخشش مانگی اور جھک کر (سجدے میں) گرا اور رجوع لایا۔"

۱۔ نقصان اٹھانے والے۔۱۲

٦۔حضرت سلیمان (علیہ السلام) رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَھَبْ لِیْ مُلْکًا لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ (ص پ ۲۳)

اے میرے پروردگار! مجھے بخش دے اور عطا کر مجھے ایسی بادشاہی کہ نہ شایاں ہو کسی کو میرے بعد بے شک تو بہت کچھ عطا کرنے والا ہے۔

٧۔حضرت یونس (علیہ السلام) لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔ (انبیاء پ ١٧)

یعنی تیرے سوا کوئی بھی لائق عبادت نہیں کہ اس کے سامنے التجا کی جائے اور پناہ لی جائے، بیشک میں بیجا کرنے والوں سے ہوگیا ہوں۔"

تنبیہ :۔حضرت یونسؑ کی اس تسبیح میں استغفار کی تصریح نہیں ہے لیکن چونکہ اس میں قصور کا اعتراف ہے اور انبیاء السلام کا اعتراف متضمن استغفار بھی ہوتا ہے۔جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی دعا میں اعتراف بھی اور استغفار کی تصریح بھی ہے اس لئے ہم نے اس دعا کو استغفار کے ذیل میں بیان کیا ہے اور انشاء اللہ آیندہ تسبیح کے ذیل میں بھی ذکر کرینگے۔

٨۔سید المرسلین ﷺ کو قرآن مجید میں کئی مقام پر استغفار کرنے کا حکم ہوا ہے۔اپنے لئے بھی اور دیگر مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لئے بھی۔ (سورت محمد وغیرہ پ ٢٦) اور حضور اکرمؐ اس حکم کی تعمیل میں بہت بہت دفعہ (صدہا دفعہ) استغفار کیا کرتے تھے۔بعض بزرگوں نے اس کی تاویل کی ہے کہ اس سے امت کے لئے استغفار کرنا مراد ہے۔لیکن اس تاویل کی ضرورت نہیں۔کیونکہ سورت محمدؐ کی محولہ بالا آیت میں آپؐ کا اور آپؐ کی امت کے بلکہ تمام مومن مردوں اور عورتوں کا صریح لفظ ہے۔ہاں اس کی حقیقت وہی ہے۔ جو دیگر انبیاء علیہم السلام کے استغفار کی ہے۔ جسے ہم خدا کی توفیق سے مستقل طور پر الگ فصل میں ذکر کرتے ہیں۔

حقیقت استغفار انبیاء (علیہم الصلوۃ والسلام)

انبیاء علیہم السلام کے استغفار کرنے سے بعض لوگوں کو یہ وہم گزرا ہے کہ (معاذ اللہ) ان سے بھی گناہ ہو جاتا تھا۔خواہ کبھی کبھی ہو۔ یہ لوگ سخت غلطی پر ہیں۔ حضرات انبیاء علیہم السلام کے استغفار کی حقیقت دیگر لوگوں کے استغفار جیسی نہیں ہے بلکہ دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے حضرت مولنا رومیؒ فرماتے ہیں۔

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر
گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

اور حضرت سعدیؒ شیرازی اس سے بھی زیادہ صفائی سے بالتصریح فرماتے ہیں۔

عاصیاں از گناہ توبہ کنند!
عارفاں از اطاعت استغفار

اس کی مختصر تفصیل یوں ہے کہ گناہ کہتے ہیں عمداً وقصداً جانتے بوجھتے خلاف شرع کام کرنے کو انبیاء علیہم السلام اس قسم کے ارتکاب سے قبل از نبوت بھی پاک ہوتے تھے چہ جائیکہ بعد از نبوت ان سے ایسے افعال سرزد ہوں۔

آپ کہیں گے کہ پھر جو آیات قرآنیہ اوپر مذکور ہوئی ہیں اور آنحضرتؐ جو کثرت سے استغفار کرتے رہتے تھے۔ان کے معنی کیا ہوں گے؟ تو اس کا مجمل جواب یہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کبھی تو محض اظہار عبودیت اور تواضع وانکساری کے لئے استغفار کرتے تھے اور کبھی ان سے اجتہاد میں خطا ہوگئی۔ لیکن اللہ تعالی نے ان کو اس خطا پر قائم نہیں رہنے دیا۔بلکہ فوراً بذریعہ وحی اصلاح کردی۔ جیسے طعمہ بن ابیرق کے قصے میں زید بن سمین یہودی کے گھر سے مال مسروقہ برآمد ہونے پر آپؐ نے اس کو چور سمجھا لیکن یہ کام اس

toobaa-elibrary.blogspot.com

نے نہیں کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس سے آگاہ کر دیا۔ سورت النساء پارہ پنجم کی آیات اِنَّا اَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الْکِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْکُمَ بَیْنَ النَّاسِ بِمَا اَرٰکَ اللّٰہُ کی تفسیر وشان نزول میں یہ قصہ مذکور ہے اور کبھی ان کو سہو ونسیان ہو گیا اور یہ منافی عصمت نہیں کیونکہ رسالت سے بشریت کلیۃً زائل نہیں ہو جاتی جیسے کہ آدمؑ کی نسبت فرمایا:۔ وَلَقَدْ عَهِدْنَا اِلٰٓی اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِیَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا۔ (پ طٰہٰ) ''یعنی البتہ تحقیق عہد بھیجا ہم نے طرف آدمؑ کی پہلے آپ سے۔ پس وہ بھول گیا اور ہم نے (اس خطا پر) اس کا عزم نہیں پایا۔''

اور کبھی دو اختیاری کاموں میں ایک تو اختیار کردہ امر خلاف مصلحت وقت پڑ گیا اس صورت میں بھی اللہ تعالیٰ ان کو آگاہ کر دیتا ہے۔ جیسے کہ سفر تبوک میں نہ جانے کے لئے بعض لوگوں نے آنحضرتؐ کے سامنے اپنے عذر پیش کر کے اجازت چاہی۔ آنحضرتؐ کو اجازت دینے یا نہ دینے ہر دو امر کا اختیار تھا۔ آپؐ نے اجازت دیدی۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر فرمایا:۔

عَفَا اللّٰہُ عَنْکَ لِمَ اَذِنْتَ لَھُمْ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَکَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا وَتَعْلَمَ الْکٰذِبِیْنَ (توبہ پ۱۰) یعنی ''(اے پیغمبرؐ!) اللہ نے آپ کو معاف کیا۔ یا معاف کرے۔ آپؐ نے ان کو کیوں اجازت دیدی تھی۔ حتیٰ کہ آپ کو صادق بھی ظاہر ہو جاتے۔ اور آپ کاذبوں کو بھی معلوم کر لیتے۔''

اور کبھی دو اختیاری کام کہ دونوں حد شرع میں جائز ہیں۔ بیک وقت جمع ہو گئے۔ لیکن عمل میں اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ ایک کو پہلے (مقدم) کرنا پڑتا ہے اور دوسرے کو پیچھے (موخر) کرنا پڑتا ہے اور بعض وقت یہ تقدیم وتاخیر خلاف مصلحت وخلاف موقع ہو جاتی ہے

اور یہ گناہ نہیں ہے کیونکہ خلافِ مصلحت اور خلاف شرع میں فرق ہے۔ جیسے کہ آنحضرتؐ صناوید قریش میں وعظ وتلقین اور تبلیغ احکام الٰہی فرما رہے تھے کہ اس حالت میں عبداللہ بن ام مکتوم نابینا صحابیؓ نے آکر آپؐ سے کچھ دریافت کرنا چاہا۔ آنحضرتؐ وعظ وتبلیغ میں مشغول تھے۔ سلسلہ کلام میں حضرت عبداللہؓ کا دخل انداز ہونا۔ آپؐ کو پسند نہ آیا۔ آپؐ نے توجہ نہ کی۔ اور بیان جاری رکھا۔ یہ دونوں کام بہ یک وقت تو نہیں ہو سکتے تھے، عبداللہ وہ مسئلہ پھر بھی پوچھ سکتا تھا۔ کیونکہ وہ مخلص مومن تھا۔ لیکن قریش کی مجلس کی یہ صورت اختیاری نہ تھی۔ شاید پھر ایسا موقع کب بنتا۔ آپؐ کو لوگوں کے اسلام لانے اور ان کے نجات پانے کی فکر بہت تھی۔ اس لئے آپؐ نے تبلیغ کو ترجیح دی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے عبداللہ کی مسکینی اور شوق قلبی کی قدر کر کے آپؐ پر وحی نازل فرمائی۔ کہ اس موقع پر ان کے سامنے عبداللہ کی قدر افزائی کرنی چاہیے تھی۔ تعلیم وتبلیغ ہر دو ایک ہی فرض کی دو صورتیں ہیں۔ آپؐ کو بہر حال اپنے فرض کی بجا آوری کا ثواب مل ہی جاتا اور عبداللہؓ کی خاطر داری اور اس سے صناوید قریش کے دل پر اچھا اثر پڑتا۔ وہ علاوہ تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ امر عصیان ونافرمانی نہیں۔ کہ اسے گناہ سمجھیں اور عصمت کے منافی جانیں۔

ایسی ہی تقدیم وتاخیر کی نسبت اللہ تعالیٰ نے سورت انا فتحنا میں فرمایا۔

لِیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ۔ یعنی ''اس فتح (صلح حدیبیہ) کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی لغزشیں جو قسم تقدیم وتاخیر ہیں۔ تمام بخش دے گا۔''

یہ سورت سفر حدیبیہ سے واپسی پر اتری تھی۔ سیاسی نقل وحرکت وانتظامات میں بعض امور میں ضرورۃً اور بعض میں اجتہاداً اور بعض میں سہواً اور بعض میں اضطراراً تقدیم وتاخیر ہو جاتی ہے۔ پس خوشخبری سنا دی کہ اس قسم کی سب باتیں مغفور ہیں کیونکہ نتیجہ اس صلح کا بہت بابرکت ہے اور اسی لئے اس کو فتح مبین کہا گیا ہے۔

اس جگہ تقدیم وتاخیر کے معنی وہ نہیں ہیں جو بعض نے لکھے ہیں کہ ان سے قبل اور بعد نبوت کے گناہ مراد ہیں (معاذ اللہ)

آنحضرتؐ تہجد کے وقت ایک لمبی دعا میں یہ بھی کہا کرتے تھے۔ فاغفرلی ماقدمت وما اخرت (حصن حصین صفحہ ۷۰) یعنی (الٰہی) مجھے بخش دے وہ جو مقدم کیا میں نے (جسے موخر کرنا چاہیے تھا) اور وہ جو موخر کیا میں نے (جسے مقدم کرنا چاہیے تھا)۔"

کبھی یوں اتفاق ہوگیا کہ دو کام ہیں۔ ایک رتبہ میں اولیٰ وافضل ہے دوسرا اس سے ادنیٰ ہے۔ لیکن حد شرع میں جائز دونوں ہیں۔ بعض وقت کسی خاص وجہ سے اولیٰ و افضل ترک ہوجاتا ہے اور اس سے کمتر رتبہ والا عمل میں آجاتا ہے۔ ایسی صورت میں گناہ بھی نہیں ہے۔ اس کی مثال میں بھی حضرت عبداللہؓ بن ام مکتوم والا واقعہ پیش ہوسکتا ہے۔

چنانچہ امام رازیؒ سورت عبس پ ۳۰ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:۔

كَانَ ذٰلِكَ جَارِيًا مَجْرٰى تَرْكِ الْأَفْضَلِ فَلَمْ يَكُنْ ذَنْبًا الْبَتَّةَ

(جلد اخیرہ صفحہ ۳۳۲) "یعنی یہ کام ترک افضل کی طرح ہے اور گناہ ہرگز نہیں ہے۔[1]"

حاصل کلام یہ کہ انبیاء علیہم السلام کے وہ امور جو کسی منکر عصمت کی نظر میں کھٹک سکیں، ان حقائق سے باہر نہیں ہیں۔ اور قرآن وحدیث کسی نبی کے متعلق ایک واقعہ بھی ایسا مذکور نہیں ہے کہ اس میں دیدہ دانستہ اللہ کے حکم کی خلاف ورزی پائی جائے۔

چونکہ ان کے باطن پاک ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال ان کے قلوب پر از حد پر تو افگن ہوتا ہے۔ اس لئے وہ اپنی اس حالت سے اپنی طہارت وپاکیزگی کی وجہ سے استغفار کرتے ہیں[2]۔ جس سے ان کو مراتب قرب الٰہی میں ترقی حاصل ہوتی ہے۔

۱؎ اس مضمون یعنی ترک اولیٰ کو حضرت مجدد صاحبؒ نے مکتوبات میں بالتفصیل ذکر کیا ہے۔ ۱۲ منہ

۲؎ اس عاجز محمد ابراہیم میر سیالکوٹی کی انبیاء علیہم السلام کی عصمت کے متعلق دو کتابیں سابقاً تصنیف شدہ ہیں، ایک کا نام عصمت انبیاء ہے جو عیسائیوں کی کتاب 'بے گناہ نبی' کے جواب میں ہے اور دوسری کا نام عصمت ونبوت ہے جو عیسائیوں کی زہریلی کتاب "عدم معصومیت محمدؐ" کے جواب میں ہے لیکن اب دونوں ختم ہوچکی ہیں۔ کاغذ کی گرانی کی وجہ سے دوبارہ نہیں چھپ سکیں۔ ۱۲ منہ

نہ کہ وہ معاذ اللہ دوسرے لوگوں کی طرح دیدہ ودانستہ قوائے نفسانیہ سے مغلوب ہوکر ارتکاب گناہ کرتے ہیں اور پھر استغفار کرتے ہیں۔ اس امر کو ذہن نشین کرنے کے لئے حضرت مولینا رومیؒ اور حضرت شیخ سعدیؒ کے اشعار پھر پڑھیں۔ بلکہ بار بار پڑھیں۔ حتیٰ کہ آپ کے ذہن اور قلب میں یہ بات مستقر ہوجائے۔

کار پاکاں راقیاس از خود مگیر — گرچہ ماند در نوشتن شیر وشیر

عاصیاں از گناہ توبہ کنند — عارفاں از عبادت استغفار

صیغے استغفار کے بہت ہیں۔ قرآن شریف میں سے بعض اوپر گزر چکے ہیں۔ اب بعض وہ ذکر کئے جاتے ہیں۔ جو حدیث شریف میں وارد ہیں۔ ان میں سے جو چاہو پڑھو!

۱۔ **اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ**۔ (تین یا پانچ دفعہ) (ا) میں بخشش مانگتا/مانگتی ہوں اللہ سے جس کے سوائے کوئی بھی معبود نہیں۔ سدا زندہ ہے۔ سدا قائم ہے اور میں اس کی طرف رجوع کرتا/کرتی ہوں۔

۲۔ **رَبِّ اغْفِرْلِيْ وَتُبْ عَلَيَّ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ** (سو دفعہ)

اے میرے پروردگار بخش دے مجھ کو اور مہربانی سے رجوع کر مجھ پر۔ بیشک تو ہی ہے توبہ قبول کرنے والا۔ رحم کرنے والا۔

۳۔ **اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ. وَمَا اَسْرَفْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّيْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ اَنْتَ اِلٰهِيْ**۔

یا اللہ! بخشدے مجھ کو جو کچھ میں نے آگے کیا اور جو کچھ میں نے پیچھے کیا اور جو کچھ میں نے چھپ کر کیا اور جو کچھ میں نے علانیہ کیا اور جو کچھ زیادتی کی میں نے اور جس بات کو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے تو ہی آگے کرنے والا ہے اور تو ہی پیچھے ہٹانے والا ہے۔ تو ہی میرا معبود

۳۔ لا اله الا انت ولا حول ولا قوة الا بالله۔

نہیں طاقت (نیکی کرنے کی) اور نہیں قوت (بدی سے بچنے کی) مگر اللہ (کی توفیق) سے۔"

۴۔ رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعَزُّ الْاَکْرَمُ۔

"اے میرے پروردگار بخش دے اور رحم کر بیشک تو ہی ہے بہت عزت والا اور بزرگی والا۔"

۵۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ کُلَّهٗ دِقَّهٗ وَجُلَّهٗ وَاَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ وَ عَلَانِیَتَهٗ وَسِرَّهٗ۔

یا اللہ! بخش دے مجھ کو میرے گناہ سارے کے سارے چھوٹے بھی اور بڑے بھی اور پہلے کے بھی اور پیچھے بھی اور علانیہ کئے ہوئے بھی اور پوشیدہ کئے ہوئے بھی۔"

تسبیح وتحمید

تسبیح یہ ہے کہ ذات برحق کو جملہ عیوب ونقائص سے مبرا ومنزہ اعتقاد کریں اور اس کی زات پاک کے لئے ایسے الفاظ ومعانی سے پرہیز کریں۔ جواس کی شان کبریائی کے لائق نہ ہوں اور تحمید یہ ہے کہ اسے ذاتی طور پر سب کمالات وخوبیوں سے موصوف جانیں اور بیان کریں۔

عارفوں کے نزدیک تسبیح کا درجہ اسے بھی اونچا ہے۔ وہ یہ کہ ذات پاک کو وہم و قیاس اور گمان وخیال سے بھی برتر اعتقاد کریں چنانچہ قاضی مبارک" خطبہ سلم کی شرح میں لایحد کے ذیل میں فرماتے ہیں:۔

لِخُرُوْجِهٖ عَنْ اِحَاطَةِ الْاِدْرَاکِ وَالْقِیَاسِ۔

اے برتراز خیال و قیاس و گمان و وہم
وزہر چہ گفتہ اند و شنیدیم و خواندہ ایم

اور قاضی بیضاویؒ اور خطیب شربینی تفسیر آیت الکرسی میں فرماتے ہیں:۔

مُتَعَالٍ عَمَّا یُدْرِکُهٗ وَهُمْ عَظِیْمٌ " لَا یُحِیْطُ بِهٖ فَهْمٌ" (بیضاوی مطبوعہ مصر صفحہ ۲۵۹)

اسی طرح امام غزالیؒ نے بھی شرح اسماء حسنٰی میں وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ (آیت الکرسی) کے معانی میں فرمایا ہے۔

غرض تسبیح وتحمید ہر دو کے جمع کرنے میں اتم درجہ کی تعریف ہے۔ کیونکہ یہ اوصاف ثبوتیہ اور سلبیہ ہر دو کی جامع ہے۔

قرآن شریف میں خالص تحمید اور تسبیح وتحمید کو جمع کرکے بکثرت ذکر کیا گیا ہے۔

قرآن شریف کی روزانہ تلاوت کرنے والے اصحاب ان آیات کو بلا کلفت معلوم کر سکتے ہیں۔

حدیث شریف میں تسبیح وتحمید کے فضائل بیش از بیش ہیں، ان میں سے بعض کا ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ رسول کریمؐ سے پوچھا گیا۔ اَیُّ الْکَلَامِ اَفْضَلُ یعنی (کلام الٰہی کے بعد) کونسا کلام افضل ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ مَا اصْطَفٰے اللّٰهُ لِمَلَائِکَتِهٖ۔ یعنی جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کے لئے چنا۔ (اور وہ یہ ہے) سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ (رواہ مسلم۔ مشکوٰۃ صفحہ ۱۹۲)

۲۔ رسول اللہؐ نے فرمایا دو کلمے ہیں۔ جو زبان پر ہلکے ہیں۔ میزان (عمل) میں بھاری ہونگے۔ (اللہ کے) رحمٰن کو بہت پیارے ہیں (وہ یہ ہیں) سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ۔ (متفق علیہ مشکوٰۃ صفحہ ۱۹۲)

۳۔ یہ بھی فرمایا کہ جو کوئی دن میں سو دفعہ کہے سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ اس کی

(جملہ) خطائیں دور ہو جاتی ہیں۔ اگرچہ (کثرت میں) سمندر کی جھاگ کی مثل ہوں۔
(متفق علیہ مشکوٰۃ صفحہ ۱۹۲)

۴۔ ام المومنین حضرت جویریہؓ کہتی ہیں۔ کہ (ایک دن) جب آنحضرتؐ صبح کی نماز پڑھ چکے۔ تو میرے پاس سے باہر چلے گئے۔ میں اس وقت اپنے گھر کی مسجد میں (ذکر الٰہی میں مشغول) تھی۔ آپؐ چاشت کے وقت پھر تشریف لائے تو میں ابھی اسی جگہ بیٹھی تھی۔ آپؐ نے فرمایا۔ میں نے تجھے جس حالت میں چھوڑا تھا۔ ابھی تو اسی حالت پر ہے۔ میں نے عرض کیا (حضورؐ!) ہاں! آپؐ نے فرمایا! میں نے تیرے پیچھے چار کلمے تین دفعہ کہے ہیں۔ اگر وہ اس (وظیفہ) کے ساتھ جو تو نے آج (اس وقت تک) کیا ہے۔ تولے جائیں تو وہ وزن میں اس سے بڑھ جائیں۔ (وہ یہ ہیں):۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ عَدَدَ خَلْقِهٖ وَرِضَا نَفْسِهٖ وَزِنَةَ عَرْشِهٖ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهٖ۔ (رواہ مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۱۹۲)

یعنی ”تسبیح پڑھتا ہوں میں اللہ کی اس کی حمد کو ساتھ ملا کر اس کی مخلوقات کے شمار کے برابر اور اس کی ذات کی رسا کے برابر اور اس کے عرش کے وزن اور عزت کے برابر اور اس کے کلمات کی سیاہی کے برابر۔“

۵۔ آنحضرتؐ نے یہ بھی فرمایا کہ بندے جو بھی صبح کرتے ہیں۔ اس میں ایک ندا کرنے والا (فرشتہ) ندا کرتا ہے۔ **سَبِّحُوا الْمَلِكَ الْقُدُّوْسَ** (رواہ الترمذی مشکوٰۃ صفحہ ۱۶۳)

یعنی ”(اللہ تعالیٰ) پاک بادشاہ (حقیقی) کو خوب یاد کرو۔“

۶۔ حضرت یسیرہؓ جو مہاجرات خواتین سے تھیں۔ فرماتی ہیں کہ رسول کریمؐ نے ہم سے فرمایا (اے عورتو!) لازم پکڑو تسبیح اور تہلیل اور تقدیس کو اور شمار کرو انگلیوں کے پوروں سے۔ پس تحقیق وہ (قیامت کو) پوچھے جائینگے اور زبان دیئے جائیں گے اور غافل نہ ہو جانا۔ بس تم رحمت سے بھلا دی جاؤ گی۔ (رواہ الترمذی وابوداؤد۔ مشکوٰۃ صفحہ ۱۹۴)

(نوٹ):۔ تسبیح کے معنی **سُبْحَانَ اللّٰهِ** کہنا اور تہلیل کے معنی **لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ** کہنا اور تقدیس کے معنی بھی تسبیح کی طرح پاکیزگی بیان کرنے کے ہیں۔ لیکن حسب قول صاحب تفسیر رحمانی تسبیح ذات کی پاکیزگی کے متعلق اور تقدیس صفات پاکیزگی کے متعلق ہے اور حضرت شیخ اکبر نے کسی قدر طوالت سے ارقام فرما کر ان میں عموم وخصوص کی نسبت بتائی ہے کہ تسبیح تقدیس کی نسبت عام ہے۔ واللہ اعلم۔

تہلیل

تہلیل کے معنی **لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ** کہنا۔ یعنی الوہیت کو صرف اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص کرنا۔ دین اسلام کی اصل بنیاد یہی ہے اور یہی اس کا طرہ امتیاز ہے۔ قرآن شریف میں سب سے زیادہ اسی کی تاکید ہے اور جملہ دیگر مذاہب میں جو شرک پھیلا۔ وہ اسی کو صحیح طور پر نہ سمجھنے اور قائم نہ رکھنے کی وجہ سے پھیلا۔ یہی شرک سوز کلمہ توحید ہے اور اس کے صحیح رکھے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا۔ صوفیائے کرامؒ نے ذکر الٰہی کی مشق کے لئے اسی کو منتخب کیا ہے اور ان کے نزدیک اس کا نام نفی اثبات کا ذکر ہے۔ یعنی **لَا اِلٰهَ** میں غیر اللہ کی الوہیت کی نفی ہے اور الا اللہ میں خاص اللہ کے لئے اس کا اثبات ہے اور حدیث شریف میں افضل الذکر اسی کو قرار دیا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۱۹۳)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے درگاہ ایزدی میں عرض کی۔ کہ باری تعالیٰ! مجھے کچھ سکھا جس سے میں تیرا ذکر کروں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ یا موسےٰ! **قل لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ** یعنی اے موسےٰ **لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ** کہا کر۔ موسیٰ نے عرض کیا۔ خداوندا! تیرے سب بندے یہی کہتے ہیں۔ میں تو ایسا ذکر چاہتا ہوں۔ جس سے تو مجھے مخصوص کرے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے موسیٰ علیہ السلام! اگر ساتوں آسمان اور ان کے آباد کرنے والے سوائے میری

toobaa-elibrary.blogspot.com

ذات کے اور ساتوں زمینیں بھی (ساتھ ملا) کر ایک پلڑے میں رکھے جائیں اور (یہ کلمہ توحید) لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ان سے بھاری ہوگا۔ (رواہ فی شرح السنۃ مشکوٰۃ صفحہ ۱۹۳)

میں عاجز محمد ابراہیم میر بوجہ کثرت اشغال کے ذکر کے وقت پوری توجہ سے دل نہیں باندھ سکتا۔ جب کبھی اپنے دل کو زیادہ بے لذت پاتا ہوں تو اسی کلمہ توحید کا ذکر کرتا ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ کے فضل سے دل سنبھل جاتا ہے۔ اس اثر کی وجہ سے میں عاجز نے اپنے نزدیک اس کا نام محی القلب رکھا ہوا ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ حَلَاوَۃَ ذِکْرِکَ۔

قرآن شریف میں سب سے زیادہ ذکر توحید الوہیت کا ہے۔ کیونکہ اسی کے متعلق سب قسم کے اشراک سرزد ہوتے ہیں۔ ورنہ زمین و آسمان کی خالقیت و مالکیت میں بھی کسی نے شرک نہیں کیا۔ قرآن شریف میں ہے۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ۔ اور وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَنْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهَا (العنکبوت پ۲۰) اور وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَهُمْ۔ (زخرف پ۲۵) اور قُلْ لِمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَا۔ اور قُلْ مَنْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ۔ اور قُلْ مَنْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ۔ (مومنون پ۱۸) وغیرہ وغیرہ سوالات کے جواب میں ایک ہی بات فرمائی ہے۔ کہ ان امور میں سب کو اقرار ہے۔ کہ یہ کام اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں۔ پھر اس اقرار سے ان پر الزام قائم کیا ہے۔ کہ انہی باتوں پر الوہیت کا مدار ہے۔ پھر تم الوہیت میں اسی کو متفرد کیوں نہیں جانتے اور کرتے پھر غیروں کی پرستش اور ان سے

طلب حاجات اور ان کے نام کے وظائف اور ان کے نام کی نذریں نیازیں کیوں کرتے ہو۔ غرض دین کی جڑ یہی کلمہ توحید ہے۔ ہندو عیسائی۔ موسائی، زردشتی، بدعتی، جس نے بھی شرک کیا۔ اسی کو چھوڑنے سے کیا۔ اسی لئے قرآن مجید میں بھی اسی کی زیادہ تعلیم وتاکید ہے۔ چنانچہ فرمایا۔

فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (محمد پ۲۶)۔ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا۔ (مزمل پ۲۹) لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ (دخان پ۲۵) الٓمّٓ ۝ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ (آل عمران پ۳)

جامع ترمذی میں حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ نہیں کہا کسی بندے نے کلمہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ خالص دل سے مگر کھولے جاتے ہیں۔ اس کے لئے آسمان کے دروازے حتیٰ کہ پہنچتا ہے (یہ کلمہ) عرش تک جب تک کہ وہ بندہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب رکھے (مشکوٰۃ صفحہ ۱۹۴)

تکبیر

تکبیر کے معنی ہیں اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہنا اور مراد اس سے یہ ہے کہ کبریائی اور بڑائی حقیقۃً اللہ برتر کے لئے مخصوص کی جائے اور اسے سب سے بزرگ اور بڑا سمجھا جائے۔ آنحضرتؐ کو عطائے نبوت کے بعد تبلیغ دین کے لئے جو پہلی وحی ہوئی اس میں یہ حکم بھی تھا۔ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ۔ (مدثر پ۲۹) یعنی (اے پیغمبر!) اپنے رب تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو۔"

مخلوق پرستی کی آفت اس سے پیدا ہوتی ہے کہ لوگوں نے جب کسی قسم کی بڑائی کسی میں دیکھی۔ تو اس کی پرستش شروع کردی۔ خواہ کسی آدمی میں خواہ کسی دیگر جانور میں۔

خواہ دریا میں۔ خواہ ارواح میں اجرامِ فلکیہ میں۔ خواہ اکابر فرشتوں میں ___ ابتدائے دعوت اسلام میں رَبَّکَ فَکَبِّرْ کی وحی اسی لئے بھیجی کہ کبریائی کا مالک حقیقی تو وہ مالک الملک ہے۔ دیگر کسی میں جو بڑائی دیکھتے ہو۔ وہ سب اللہ تعالیٰ کی دادو بخشش ہے۔ پس عبادت اسی کو چاہئے۔

جھکاؤ تو سر اس کے آگے جھکاؤ

ہمارے سردار مولینا ثناء اللہ صاحب مرحوم جلسوں میں پڑھا کرتے تھے۔

اگر انبیاء ہیں تو تیرے بنائے — اگر اولیاء ہیں تو تیرے بنائے
اگر بادشاہ ہیں تو تیرے بنائے — اگر ہم گدا ہیں تو تیرے بنائے
نیکوں کو تو نے ہی پیدا کیا ہے — بروں کو بھی ہستی کا خلعت دیا ہے

غرض اگر ایک چیز کو اللہ نے پیدا کیا ہے۔ تو اس کی ضد کو بھی اسی نے پیدا کیا ہے اور اگر ایک چیز اس نے پیدا کی ہے۔ تو اس کی ہم جنس بھی اسی نے پیدا کی ہے۔ کیونکہ خالق الاجناس والاضداد وہی ایک ہے۔ چنانچہ فرمایا:۔

قُلِ اللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ وَّھُوَ الْوَاحِدُ الْقَھَّارُ۔ (رعد پ۱۳)

ذیل میں ہم ایک نقشہ میں دو دو چیزوں کو بالمقابل لکھ کر ہر ایک کے متعلق قرآن کی آیت لکھتے ہیں:۔

۱	زندگی	موت	خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ۔ (ملک پ۲۹)
۲	آسمان	زمین	اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (انعام پ۷)
۳	نور	ظلمت	وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ۔ (انعام پ۷)
۴	مرد	عورت	خَلَقَ الزَّوْجَیْنِ الذَّکَرَ وَالْاُنْثٰی (قیامۃ پ۲۹)

۵	غنا	فقر	اَللّٰہُ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ (رعد پ۱۳)
۶	ہدایت	ضلالت	(۱) قُلْ اِنَّ اللّٰہَ یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ وَیَھْدِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ اَنَابَ (رعد پ۱۳)
	″	″	(۲) وَلٰکِنْ یُّضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ (النحل پ۱۴)
۷	حکومت	ماتحتی	قُلِ اللّٰھُمَّ مٰلِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمَّنْ تَشَآءُ
۸	عزت	ذلت	وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ (آل عمران پ۳)
۹	دن	رات	وَھُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الَّیْلَ وَالنَّھَارَ خِلْفَۃً (الفرقان پ۱۹)
۱۰	حرکت	سکون	وَھُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الَّیْلَ لِبَاسًا وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا وَّجَعَلَ النَّھَارَ نُشُوْرًا۔ (الفرقان پ۱۹)
۱۱	بیداری	نیند	وَّجَعَلَ النَّھَارَ نُشُوْرًا۔ (الفرقان پ۱۹)

ان مذکورہ بالا امور کے علاوہ بہت سے دیگر امور ہیں۔ جو ایک دوسرے کا جوڑا ہیں۔ ان سب کے لئے ایک ہی جامع آیت یاد رکھئے کہ سورۃ ذاریت پ۲۷ میں فرمایا:۔

وَمِنْ کُلِّ شَیْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَیْنِ لَعَلَّکُمْ تَذَکَّرُوْنَ۔

"یعنی ہم نے ہر شئی کو جوڑا پیدا کیا ہے تاکہ تم (توحید الٰہی کا) سبق سیکھو۔"

کیونکہ جب تک خالق کل ایک نہ ہو۔ تب تک ان جوڑوں میں تناسب کی رعایت نہیں ہو سکتی اور زوجیت دو طرح پر ہوتی ہے۔ اول جنسیت کی کہ ایک شے کی ہم جنس دوسری شے ہے کہ وہ اس کے افعال وخواص کی معین ومددگار ہے۔

دو مقابلہ اور ضدیت کی کہ ایک شے دوسری کے مقابلہ میں اس کی ضد ہے کہ وہ

اس کے افعال وخواص کو باطل کرتی ہے۔ہم جنسوں میں ایک دوسرے میں مدد تو ظاہر ہے اور ضدین کا فائدہ یہ ہے کہ اگر ایک شئے نے ضرر دیا ہے تو اس کا ضرر دور کرنے کے لئے اس کی ضد کا استعمال کیا جاتا ہے جیسا کہ طب یونانی اور انگریزی میں علاج بالضد کی صورت سے ظاہر ہے۔

اعتذار:۔ہم نے اس مضمون کو جو بطور جملہ معترضہ کے ہے اس لئے لمبا کیا ہے کہ قرآن شریف نے اسے توحید الٰہی کے ثبوت میں پیش کیا ہے اور ہر امر کے لئے آیتیں بیان کی ہیں اور اس طرز پر اس مضمون کا بیان غالباً اچھوتا ہے اور یہ مضمون لکھتے لکھتے اللہ تعالیٰ نے اس عاجز گنہگار کے دل پر اس کا فیضان کیا ہے۔لہذا میں نے اسے اپنے سینہ کے صندوق میں بند رکھنا نہ چاہا۔

آمدم برسر مطلب:۔غرض جب لوگوں نے مخلوق میں بعض وہمی اور بعض واقعی لیکن عارضی بڑائیوں کی وجہ سے ان کی پرستش شروع کر دی تھی۔تو اس شرک کے استیصال کے لئے ضروری تھا کہ سب سے پہلے اللہ اکبر کی آواز بلند کی جائے اور انسان کے دماغ و ذہن میں اس بات کو پختہ کر دیا جائے کہ ذات الٰہی سب سے بزرگ ہے۔ سی لئے اذان بھی اسی کلمہ سے شروع کی ہے اور نماز میں داخل ہونے کے لئے سب سے پہلا رکن اسی کو قرار دیا گیا ہے۔چنانچہ حدیث شریف میں فرمایا **تحریمها التکبیر** (ترمذی وغیرہ) اور میدان جنگ میں بھی آنحضرت ؐ صحابہؓ کی مقدس جماعت سمیت اسی کا نعرہ لگاتے تھے۔

(**اَللّٰهُ اَكْبَرُ خَرِبَتْ خَيْبَرُ**) (بخاری)

اسی طرح غزوہ خندق میں بھی آپ ؐ نے بڑا وزنی پتھر توڑتے وقت یہی نعرہ تکبیر ہی پکارا تھا اور اخیر زمانہ میں حضرت عیسیٰؑ کے نزول اور امام مہدیؑ کے ظہور پر جب

قسطنطنیہ پھر فتح کی جائے گی۔تو اسی نعرہ تکبیر سے کی جائے گی۔(صحیح مسلمؒ)

غرض آنحضرت ؐ نے اسی کلمہ تکبیر سے انسانی دماغ کو غیر اللہ کی کبریائی سے صاف کیا اور اس کی بجائے الٰہِ واحد کی کبریائی اور عظمت کا سکہ دل و دماغ میں جما دیا اور اسی امر سے دل میں توحید قائم ہوتی ہے۔ پس یہ کلمہ ہر قسم کے اعتقادی و عملی شرک پر ایک زبردست ضرب ہے اور جب اللہ جل شانہ کی کبریائی دل میں جم جائے تو کسی قسم کا شرک نہیں ہو سکتا۔**هذا واللّٰه الهادی**۔اور بات بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کبریائی کے آگے سب سرنگوں ہیں۔چنانچہ بطور حصر کے فرمایا۔**وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ** (جاثیہ پ۲۵) یعنی کبریائی اسی سے مخصوص ہے آسمانوں میں بھی اور زمین میں بھی اور وہ بڑا زبردست اور بڑا باحکمت ہے۔

نیز فرمایا:۔**وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا**۔(بنی اسرائیل پ۱۵) یعنی اے نبیؐ! اللہ کی بڑائی خوب طرح سے بیان کرو۔

مشرک لوگ غیر اللہ کی نذریں مانتے۔ان کی تعظیم کے لئے قربانیاں کرتے اور جانور ذبح کرتے۔پس جہاں ما اهل به **لِغَيْرِ اللّٰهِ** سے اس قسم کے کھانوں کو حرام کیا۔وہاں اپنے مومنوں کو تعلیم کیا کہ وہ عند الذبح قلبی نیت کے ساتھ خالص اللہ کی تعظیم و رضا کے لئے قربانی کریں اور عام طور پر بھی عند الذبح زبان سے **بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ** بھی کہا کریں تا کہ وہ جانور اعتقاداً و عملاً اپنے خالق اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے لئے ذبح ہو۔

نیز یہ کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ حج کے موقع پر قیام منیٰ کے ایام میں اپنے آباؤ اجداد کے مفاخر اور بڑائیاں بیان کرتے تھے۔سو اس ذہنیت کو بدلنے کے لئے فرمایا۔

فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ (البقرہ پ۲) یعنی

جب تم (عرفات سے واپس آکر) حج کے امور تمام کر چکو۔ (اور منیٰ میں قیام کرو) تو (ان دنوں میں) اپنے آباؤ اجداد کے مفاخر بیان کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرو۔ (جس کو عبادت اللہ اور حج سے مناسبت ہے)''۔ نہ کہ آباؤ اجداد کے مفاخر کہ ان کو حج اور عبادات الٰہی سے مناسبت نہیں۔ بلکہ اس کے منافی ہے۔ اس کی تعمیل میں رسول کریمؐ نے یوم حج یعنی یوم عرفہ (۹ ذی الحج) کی صبح سے لے کر ایام تشریق (۱۳ ذی الحج) کی عصر تک ہر نماز کے فرضوں کے بعد مسلسل طور پر بلند آواز سے تکبیریں پکارنی تعلیم کیں۔

نیز عرفات سے لوٹتے ہوئے مشعر الحرام پر آکر بھی تکبیر کہی۔

نیز منیٰ میں جمرات پر کنکر مارتے وقت بھی تکبیریں کہیں۔

نیز یوں بھی عام نمازوں میں ہر نماز کے فرضوں کا سلام پھیرنے پر سب سے پہلا کلمہ جو آنحضرتؐ پڑھتے تھے۔ وہ تکبیر ہوتی تھی۔ یعنی **اَللّٰہُ اَکْبَر** کہتے۔ اس کے بعد دیگر اوراد و اذکار پڑھتے۔ (صحیح بخاریؒ وغیرہ)

نیز رمضان شریف کے بیان میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ **لِتُکَبِّرُوا اللّٰہَ عَلٰی مَا ھَدٰکُمْ**۔ یعنی تا کہ تم اللہ کی بڑائی بیان کرو۔ اس طریق پر جو تم کو (آنحضرتؐ کی معرفت بتایا۔''

امام شافعیؒ کتاب الام میں اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ مصفٰی شرح موطا امام مالکؒ میں فرماتے ہیں۔ کہ عید الفطر کا چاند دیکھ لینے پر نماز عید کے شروع کرنے تک متواتر تکبیریں پکاری جائیں۔ گھر میں بھی اور باہر بھی مجتمعاً بھی اور منفرداً بھی۔ (مل کر بھی اور علیحدہ بھی)

نیز ہر نماز فرض ہو یا نفل۔ اس کو شروع بھی کرایا تکبیر سے اور اس کے عام انتقالات میں یعنی رکوع کرتے وقت اور سجدہ کرتے وقت اور سجدہ سے سر اٹھاتے وقت اور تشہد سے اٹھتے وقت **اَللّٰہُ اَکْبَر اَللّٰہُ اَکْبَر** کا وظیفہ مقرر کیا ہے۔

سراجاً منیراً 79

حضرت ابو سعید خدریؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جس نے (صدق دل سے) کہا **لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَر**۔ تو رب تعالیٰ اس کی تصدیق کرتا ہے۔ کہ بیشک میرے سوا کوئی معبود نہیں اور میں ہی سب سے بڑا ہوں اور جب بندہ کہتا ہے **لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ**۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بیشک میرے اکیلے کے سوائے کوئی دوسرا معبود نہیں ہے اور میرا کوئی بھی شریک نہیں ہے اور جب بندہ کہتا ہے۔ **لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ**۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ بادشاہی میری ہی ہے اور حمد بھی میرے لئے ہی ہے (مخصوص) ہے اور جب بندہ کہتا ہے **لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ**۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے سوائے کوئی معبود نہیں ہے اور کوئی طاقت گناہ سے بچنے کے لئے اور کوئی قوت نیکی کرنے کی نہیں ہے۔ سوائے میری توفیق کے اور آنحضرتؐ فرمایا کرتے تھے جس نے کہے یہ کلمات اپنی بیماری میں، پھر وہ اس میں مرگیا تو اسے آگ نہیں کھائے گی۔

(مشکوٰۃ بروایت ترمذی وابن ماجہ)

تسبیح، تحمید اور تکبیر کا اکٹھا ذکر

حدیث پاک کی رو سے ان تینوں کا اکٹھا ذکر بھی موجب ثواب اخروی اور باعث برکات دینوی ہے۔ خاتون جنت حضرت فاطمہ زہراؓ نے آنحضرتؐ سے اپنے گھر کے کام کاج سے تھک جانے کی وجہ سے کوئی خادم مانگا۔ آپؐ نے فرمایا۔ (بیٹی!) میں تمہیں ایسا ورد بتاؤں جو خادم سے بہتر ہو۔ ہر نماز کے بعد اور جب تم رات کو بستر پر لیٹو۔ تو تینتیس بار سبحان اللہ اور تینتیس بار الحمد للہ اور چونتیس بار اللہ اکبر پڑھا کرو۔ (رواہ مسلم۔ مشکوٰۃ صفحہ ۲۰۱)

ا۔ یہ عاجز محمد ابراہیم سیالکوٹی بھی کثیر الاشغال ہے جب بھی بہت تھک جاتا ہوں۔ تو رات

toobaa-elibrary.blogspot.com

کو بستر پر لیٹے وقت یہ وظیفہ پڑھتا ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ تکان اتار دیتا ہے اور دیگر برکات تو وہی جانتا ہے۔ جس کے ہاتھ میں سب برکتیں ہیں۔ **واللہ الموافق۔**

۲۔ فقرائے مہاجرین نے آنحضرت کی خدمت میں عرض کی۔ (حضورؐ!) مالدار لوگ تو بلند رتبے اور نعیم مقیم لے گئے۔ آپؐ نے فرمایا۔ وماذاک یعنی کس لئے؟ انہوں نے عرض کیا۔ کہ وہ ہماری طرح نماز پڑھتے ہیں اور روزے بھی رکھتے ہیں۔ (لیکن وہ صدقہ خیرات دیتے ہیں اور ہم نہیں دے سکتے اور وہ غلاموں کو آزاد کرتے کراتے ہیں۔ اور ہم نہیں کر سکتے اس پر کہف الفقراء سردار دو جہان نے فرمایا۔ میں تم کو ایسی بات نہ سکھاؤں۔ جس سے تم اپنے سے سابقین سے جا ملو اور اپنے سے بعد والوں سے آگے بڑھ جاؤ اور کوئی بھی تم سے افضل نہ ہو۔ مگر وہی جو تمہاری مثل کرے، انہوں نے عرض کیا۔ ہاں حضورؐ ضرور سکھائیے) آپؐ نے فرمایا۔ تم ہر نماز کے بعد تینتیس تینتیس بار **سُبْحَانَ اللّٰہ** اور **اَللّٰہُ اَکْبَرُ** اور **اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ** چونتیس مرتبہ پڑھا کرو۔ (متفق علیہ۔ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۸۱)

۳۔ حضرت کعب بن عجرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا چند کلمے ایک دوسرے کے پیچھے آنے والے ہیں کہ ہر فرض نماز کے بعد ان کا کہنے والا نامراد نہیں رہتا۔

تینتیس تسبیحیں یعنی ۳۳ بار **سُبْحَانَ اللّٰہ** اور تینتیس تحمیدیں یعنی تینتیس بار **اَلْحَمْدُ لِلّٰہ** کہنا اور چونتیس تکبیریں یعنی چونتیس بار **اَللّٰہُ اَکْبَر** کہنا (رواہ مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۸۱)

۴۔ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول کریمؐ نے فرمایا۔ جس نے ہر نماز کے بعد ۳۳ بار اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھی یعنی **سُبْحَانَ اللّٰہ** کہا اور ۳۳ بار اللہ تعالیٰ کی حمد کہی یعنی **اَلْحَمْدُ لِلّٰہ** کہا اور ۳۳ بار اللہ تعالیٰ کی کبریائی بیان کی یعنی **اَللّٰہُ اَکْبَر** کہا۔ پس یہ کل ۹۹ ہوئے اور سو کو پورا کیا اس کلمے سے یعنی **لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ**

وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ" سے تو اس کی کل خطائیں بخشی گئیں۔ اگرچہ سمندر کی جھاگ کی مثل (کثرت سے) ہوں۔" (رواہ مسلم مشکوٰۃ صفحہ ۸۱)

ان چاروں کلمات کے فضائل: (حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جس رات مجھے معراج کرائی گئی۔ میں ابراہیم علیہ السلام سے ملا۔ تو انہوں نے کہا کہ اپنی امت کو میری طرف سے سلام کہنا اور ان کو خبر دینا کہ جنت اچھی مٹی والی اور میٹھے پانی والی جگہ ہے اور وہ صاف چٹیل میدان ہے اور اس میں درخت لگتے ہیں۔ **سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ** کے۔ (ترمذی مشکوٰۃ صفحہ ۱۹۴)

یعنی جنت اچھی قابل زراعت زمین ہے۔ ناقص وشور نہیں ہے کہ اس میں درخت اگے نہیں۔ اور اسکی کھیتی کے لئے وہاں پانی بھی میٹھا ہے کھاری نہیں کہ درخت جمے نہیں۔ پس تم اس میں ان چاروں کلموں کے درخت لگاؤ۔ یعنی کثرت سے یہ کلمات جتنے پڑھو گے اتنے ہی پھلدار درخت لگیں گے۔ اس میں ترغیب دی ہے ان چاروں کلمات کو پڑھنے کی اس سے ان کی فضیلت بھی ظاہر ہے۔

عجیب خواب:۔ اس عاجز ذرہ بے مقدار کا سب سے پہلا تبلیغی سفر ۱۸۹۸ء میں شہر جہلم میں ہوا۔ اس وقت سے اس وقت تک ان لوگوں کو اور ان کی اولاد کو اس گنہگار سے الفت و عقیدت ہے۔ اب مئی ۱۹۳۶ء میں جو وہاں پر میرا جانا ہوا۔ تو اس خاندان کی ایک معمر خاتون نے جس خاندان سے کہ جہلم میں توحید وسنت کا ولولہ پیدا ہوا اور وہ میرے ظن میں نہایت اللہ یاد و اذکار سے ہے۔ میرے پاس آ کر بیان کیا کہ پچھلی دفعہ جب آپ تشریف لائے تھے اور آپ نے اللہ کی یاد کے لئے چند اوراد و وظائف بتلائے تھے۔ اللہ کا شکر ہے کہ میں اس کی توفیق سے وہ اذکار پڑھتی ہوں، ایک رات خواب میں دیکھا۔ کہ گوری رنگت کے

ایک سفید ریش بزرگ جو عمدہ سفید لباس زیب تن فرمائے ہوئے تھے۔ میرے سامنے آ گئے۔ میں نے ان کی بزرگی کی وجہ سے ان کی تعظیم کی اور اپنے سب حالات بیان کئے انہوں نے مجھے وظیفہ بتایا۔ اس کے بعد وہ اور نصائح فرماتے رہے اور میں سنتی رہی۔ آخر میں جرات کر کے عرض کیا آپ فرمائیں کہ آپ کون بزرگ ہیں۔ فرمانے لگے میں ابراہیم خلیل اللہ ہوں۔ میں نے عرض کیا۔ مجھے وہ وظیفہ جو آپ نے ابھی بتلایا تھا بھول گیا ہے۔ پھر فرمائیں کہ وہ کس طرح ہے؟ انہوں نے آپ کا نام لے کر کہا کہ وہ وظیفہ مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی سے پوچھ لینا۔ اس کے بعد رخصت ہو گئے اور میری آنکھ کھل گئی۔ میں اس وقت کی کیفیت بیان نہیں کر سکتی کہ میرے دل پر کیا گزرا۔ ہر دم شوق رہا کہ ہمت ہو تو سیالکوٹ پہنچوں لیکن عمر اور مالی حالت کی کمزوری کی وجہ سے اس شوق کو پورا نہ کر سکی۔ اب آج سنا تھا کہ آپ جہلم تشریف لائے ہیں تو بصد شوق و تمنا حاضر ہوئی ہوں کہ وہ وظیفہ کونسا ہے۔ ان کے خویشوں میں سے مولوی عبدالعزیز (آہ! آج وہ فوت شدہ ہیں) مرحوم مع دیگر مرد مان و خواتین کے میرے پاس بیٹھے تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ کیا مشکوٰۃ شریف تمہارے پاس ہے؟ انہوں نے کہا۔ ہاں مظاہر حق (اس کی شرح) موجود ہے۔ میں نے کہا لے آؤ۔ وہ اپنے گھر سے مظاہر حق لے آئے اور میں نے یہ حدیث اس میں سے نکال کر ان کو پڑھوائی اور کہا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس امت مرحومہ کو نبی الرحمۃ (ﷺ) کی معرفت جو وظیفہ سکھایا ہے۔ وہ یہی ہے۔ غالباً حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مراد یہی ہوگی۔ میں خود تو اس لائق نہیں ہوں کہ ان کی پاک مجلس میں باریابی حاصل کر سکوں، بلکہ جیسا کہ مولانا جامیؒ نے فرمایا ہے۔

تاب وصلت کار پاکاں من ازیشاں نیستم
چوں سگانم جائے دہ در سایۂ دیوار خویش

میں اس نسبت سے بھی کمتر نسبت والا ہوں۔ نیز بجوائے "مجھ سے میرا ذکر بہتر ہے کہ اس محفل میں ہو۔" لیکن الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ جب سے مشکوٰۃ شریف میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ پیغام پڑھا ہے۔ اس وقت سے یہ وظیفہ عموماً کرتا ہوں۔ غالباً اسی وجہ سے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے اس سن رسیدہ نیک خاتون کو جو اپنے عام اوقات ذکرِ اللہ سے معمور رکھتی ہے۔ میری طرف رجوع کرنے کی ہدایت فرمائی ہے۔

باری تعالیٰ! تو جانتا ہے کہ میں بہت گنہگار ہوں اور اس سے زیادہ گنہگار ہوں۔ جس قدر کہ کوئی مجھے جانے لیکن باوجود اس کے تیری رحمت کا امیدوار ہوں۔ اس لئے مغفرت کے زیادہ لائق گنہگار ہی ہیں۔ پس تو اپنی ستاری وغفاری اور کریمی ورحیمی کے صدقے میرے حال پر رحم فرما اور مجھے اپنے ذکر کی حلاوت نصیب کر اور اسے قبول فرما کر اور میرے گناہ بخش کر اپنی رحمت کے سایہ میں لے لے۔ آمین یا ارحم الراحمین آمین!

رجوع بمطلب:۔ اسی طرح صحیح مسلم میں ہے کہ افضل الکلام اور ایک روایت میں ہے **اَحَبُّ الکلام** چار کلمے ہیں۔ **سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ**۔ صحیح مسلم ہی کی دوسری روایت میں ہے کہ **سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ** کہوں۔ تو مجھے ہر اس چیز سے جس پر سورج طلوع کرے۔ بہت محبوب ہے۔ (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۱۹۲)

شرح الحدیث:۔ ان چار کلموں کو خیر الکلام افضل الکلام اور احب الکلام۔ ان کے مضمونوں کی جامعیت کی وجہ سے کہا ہے۔ کیونکہ یہ چاروں مل کر اللہ تعالیٰ کی تسبیح اور تحمید اور توحید اور تکبیر پر مشتمل ہیں اور معلوم ہے کہ ذکر کی فضیلت مذکور کی فضیلت سے ہوتی ہے چونکہ اس میں ذات وصفات باری عز اسمہ کا ذکر ہے۔ اس لئے یہ سب سے بہتر کلام ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

ورنہ بحیثیت مطلق کلام کے قرآن مجید سب سے بہتر اور احسن ہے۔ جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ کِتَابًا مُّتَشَابِهًا الآیہ۔ (زمر پ ۲۳) یعنی اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے سب سے بہتر کلام۔ یعنی کتاب جس کے مضامین ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں اور باہم متضاد نہیں ہیں۔ اسی طرح آنحضرتؐ جمعہ اور عیدین اور نکاحوں کے خطبوں میں کہا کرتے تھے۔ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ خَیْرَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللّٰهِ (الحدیث صحیح مسلم خطبۃ الجمعہ صفحہ ۲۸۴ جلد اول)

نیز صحیح مسلم وغیرہ میں ایک اور روایت ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں۔ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ اَصْدَقَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللّٰهِ الحدیث۔

حاصل مطلب یہ کہ ان چاروں کلموں کی فضیلت باعتبار جامعیت مضامین کے ہے جو ذات و صفات باری عزاسمہ پر شامل ہیں اور اہل منطق کہا کرتے ہیں۔

لَوْ لَا الْاِعْتِبَارَاتُ لَبَطَلَتِ الْحِکْمَةُ۔ یعنی اگر اعتبارات کا لحاظ نہ کیا جائے۔ تو حکمت و دانائی کا تو وجود ہی نہیں رہے گا۔ ہذا واللہ اعلم!

وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهَاتُهُمْ (احزاب پ ۲۱)

اَزْوَاجُ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم

(مصنفہ خادم حقیر محمد ابراہیم میر سیالکوٹی عفی عنہ)

ازواج النبیؐ اور ذکر الٰہی: ۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آنحضرتؐ کی ازواج مطہرات کو نماز اور زکوٰۃ کے حکم کے بعد خصوصی خطاب سے فرمایا۔ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِىْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيَاتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ[1]۔ یعنی اور یاد کرو جو کچھ تمہارے گھروں میں تلاوت کیا جاتا ہے۔ یعنی اللہ کی آیتیں اور حکمت ظاہر ہے کہ آیات اللہ سے مراد قرآن مجید ہے اور بموجب قول امام قتادہ تابعیؒ اور امام شافعیؒ وغیرہ حکمت سے سنت نبوی مراد[2] ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں متعدد جگہ آنحضرتؐ کے اوصاف میں فرمایا ہے۔ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ یعنی سکھاتا ہے (یہ نبیؐ، ان (لوگوں) کو کتاب اور حکمت[1]

نیز آپؐ کو خصوصی خطاب سے فرمایا۔ وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ (طٰہٰ پ ۱۶) یعنی اور حکم کیجئے (اے نبیؐ) اپنے اہل کو نماز کا۔" اور آنحضرتؐ اس کی تعمیل میں اپنی گھر والیوں (اہل بیت) کو نماز تہجد کے لئے بھی جگایا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ رات کو اٹھ کر نماز پڑھتے تو جب آپؐ کے وتر باقی رہ جاتے مجھے جگاتے اور فرماتے۔ قُوْمِیْ فَاَوْتِرِیْ[3] یَا عَائِشَةُ۔ یعنی اے عائشہ اٹھ اور وتر پڑھ۔"

[1] سورت احزاب پارہ ۲۲۔ ۱۲ منہ۔ [2] کتاب الام للامام الشافعی جلد اول۔ ۱۲ منہ

[3] یہ حصہ کتاب یعنی ازواج النبی بعد از اضافہ و ترمیم بار سوم طبع ہوا۔ یہ طبع چہارم ہے۔

اسی طرح ام المومنین حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ ایک رات آنحضرتؐ (نمازکو) اٹھے تو فرمانے لگے، آج رات کیا کیا فتنے اترے ہیں کیا کیا خزانے بھی کھلے ہیں۔ بہت سی عورتیں ہیں کہ دنیا میں تو لباس پہنے ہوئے ہیں۔ (لیکن) آخرت میں ننگی ہونگی۔ (ان) حجرے والیوں کو کون جگائے۔ اس سے آپؐ کی مراد یہ تھی کہ آپکی ازواج اٹھ کرنماز (تہجد) پڑھیں[2]۔

ان احادیث سے صاف ظاہر ہے کہ آنحضرتؐ نماز تہجد کے لئے اپنی ازواج مطہرات کو جگایا کرتے تھے[3]۔ پس آپؐ کی سب ازواج عموماً عبادت گزار تھیں۔ لیکن ہم اس جگہ صرف ان کا ذکر کرینگے جن کے متعلق ہم کو روایات وحوالجات مل سکے ہیں۔ سو وہ اس امر میں ان عبادت گزار خواتین کی سرتاج ہیں۔ جن کے اوصاف میں اللہ تعالیٰ نے سورت احزاب پ۲۲ میں ان کے ذکر کے بعد وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ (احزاب پ۲۲) فرمایا چونکہ خاص کے بعد عام کے ذکر کا مفاد یہی ہے۔ یعنی پہلے بالخصوص ازواج مطہرات کو فرمایا۔ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ۔ پھر اس کے بعد عام مومن خواتین کی نسبت فرمایا والذاکرات۔

۱۔ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ (علیھا السلام):۔

۱۔ حضرت خدیجہؓ آنحضرت (ﷺ) کی سب سے پہلی زوجہ مطہرہ ہیں۔ نکاح کے وقت آنحضرتؐ کی عمر شریف پچیس برس اور حضرت خدیجہؓ کی چالیس برس تھی اور آپ اس وقت تک دو بیٹوں اور ایک بیٹی کے ساتھ دو دفعہ بیوہ ہو چکی تھیں۔

۱؎ بقرہ پ۱، نیز آل عمران پ۳، نیز جمعہ پ۲۸۔۱۲منہ ۲؎ صحیح مسلم جلد اول ص۳۵۵۔۱۲منہ
۳؎ صحیح بخاری وفتح الباری دہلوی جز۵۔۱۲منہ
۴؎ حضرت داؤدؑ اور حضرت عمرؓ بھی جگایا کرتے تھے۔ (مشکوٰۃ شریف) ۱۲منہ

۲۔ حضرت خدیجہؓ قریش کے معزز خاندان بنی اسد سے ایک معزز خاتون تھیں۔ آنحضرتؐ سے ان کا رشتہ جدی ہے۔ جو چوتھی پانچویں پشت پر جاملتا ہے۔ ہر دو نسب نامے حسب ذیل ہیں۔

محمد بن عبداللہ، بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی
خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی

۳۔ تمام مصنفین (مسلم اور غیر مسلم) نکاح سے پہلے بھی حضرت خدیجہؓ کی اخلاقی شرافت، عفت وطہارت نفس، عقل وفراست، مزاج کی سنجیدگی ومتانت کی تعریف وتوصیف پر متفق ہیں۔

(الف) سرولیم میور جو انگریزی عہد میں ۵۷ء کی پہلی جنگ آزادی کے زمانے میں صوبہ یو۔پی کے گورنر تھے، اپنی مشہور کتاب، لائف آف محمد میں لکھتے ہیں۔

"خدیجہؓ ایک قریشی خاتون تھیں۔ جو خاندانی پیدائش میں بھی ویسی ہی ممتاز تھیں جیسی کہ نصیبے اور بخت میں اگرچہ آپ درمیانہ عمر سے کچھ اوپر ہونے کی وجہ سے قدرے نرم پڑگئی تھیں۔ لیکن خوبصورت اور جاذب خدوخال رکھتی تھیں۔ عرب کے نامور شرفا ان جواذب سے بے خبر نہ تھے۔ چنانچہ کئی ایک نے آپ سے نکاح کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ لیکن آپ نے باوقار بیوگی کی حالت میں زندگی بسر کرنے کو زیادہ پسند کرنے کی وجہ سے سب کی عرضداشتوں کو ٹھکرادیا[1]۔"

(ب) امام ابوالقاسم سہیلی مغربی شرح سیرت ابن ہشام میں فرماتے ہیں۔

"حضرت خدیجہؓ جاہلیت واسلام (ہر دو زمانوں) میں طاہرہ (پاکدامن وپاکباز) کے نام سے مشہور تھیں اور سیر التیمی میں ہے کہ آپ سَيِّدَةُ نِسَاءِ قُرَيْشٍ کے لقب سے ملقب تھیں[2]۔"

غرض آپ خاندانی شرافت، اخلاق کی طہارت، مزاج کی سنجیدگی ومتانت دل کی فیاضی طبع کی سخاوت اور صورت وسیرت کی خوبی اوصاف حمیدہ سے متصف ہوتے ہوئے نہایت بابرکت خوش نصیب خاتون تھیں۔

۱؎ لائف آف محمدؐ مطبوعہ لندن 1861ء جلد دوم ص۲۲۔۱۲منہ
۲؎ الروض الانف جلد اول ص۱۲۳ مطبوعہ مصر۔

۴۔ آنحضرتؐ سے آپ کا نکاح:۔ حضرت خدیجہؓ اوصاف مذکورہ بالا کے ساتھ مالدار بھی تھیں۔ تجارت کے لئے لوگوں کو ملازم رکھ کر نفع میں ان کا حصہ مقرر کر دیتی تھیں۔ قریش کا عام پیشہ تجارت تھا۔ آنحضرت بھی اپنے آباء کی طرح نبوت سے پیشتر تجارت کیا کرتے تھے، حضرت خدیجہؓ کو آنحضرت کی راست گفتاری اور امانتداری اور دیگر اخلاق حمیدہ کی خبر پہنچی۔ تو آنحضرت کو بلوا بھیجا اور کہا، آپ میرے غلام میسرہ کے ساتھ تجارت کے لئے علاقہ شام میں جائیں۔ میں آپؐ کو اس سے زیادہ حصہ دونگی جو دوسروں کو دیا کرتی ہوں۔ آنحضرتؐ نے اسے منظور کرلیا اور میسرہ کے ساتھ سفر کی تیاری کر لی حتیٰ کہ علاقہ شام تک جا پہنچے[1]۔ یہ سفر بہت بابرکت و نفع مند ہوا۔ میسرہ نے حالت سفر میں آپؐ کے اخلاق اور دیگر کئی الٰہی عنایات کا مشاہدہ کیا[2] تو واپسی پر یہ سب باتیں اپنی مالکہ حضرت خدیجہؓ کو کہ سنائیں۔

حضرت خدیجہؓ بہت دانا۔ شریف اور عقل مند خاتون تھیں جیسا کہ اوپر گزر چکا۔ ہم جدی رشتہ دار ہونے کی وجہ سے آنحضرتؐ کے اخلاق و عادات کو خود بھی جانتی پہچانتی تھیں۔ اس پر مزید یہ کہ اللہ تعالیٰ کا آپ پر فضل کرنے کا ارادہ تھا۔ جس کا وقت آ چکا تھا۔ جب میسرہ نے آپ کو یہ باتیں سنائیں۔ تو ان کے دل میں قدرت کے تصرف سے ایک حرکت پیدا ہوئی جس کے تقاضا سے آنحضرتؐ کو اپنی ہمشیرہ کی معرفت بلوا بھیجا اور کہا۔

---

[1] ملخصاً از سیرت ابن ہشام جلد اول ص ۱۰۰ حاشیہ زاد المعاد مصری۔ ۱۲ منہ [2] نبوت سے پیشتر نبی سے جو امور از قسم کرامات ظاہر ہوتے ہیں۔ ان کو ارہاصات کہتے ہیں۔ ایسے امور آنحضرتؐ سے بکثرت سرزد ہوتے تھے۔ جو صحیح مسلم اور مسند دارمی وغیرہما کتب احادیث میں بالتفصیل مذکور ہے۔

''میرے چچا کے بیٹے[1]! آپ کے رشتہ کی قرابت! نسبت کی فضیلت آپ کی راست گفتاری وامانتداری، اخلاق کی خوبی، عادات ومزاج کی سنجیدگی کی وجہ سے میں آپ سے نکاح کرنا چاہتی ہوں[2]۔ (سیرت ابن ہشام)

آنحضرتؐ نے یہ ماجرا اپنے چچاؤں سے ذکر کیا۔ دونوں فریق ہمجدی تھے۔ اس لئے دریافت حالات کی ضرورت نہ تھی۔ فوراً منظوری دی گئی اور تاریخ مقررہ پر فریقین کے اکابر حضرت خدیجہؓ کے مکان پر جمع ہوگئے۔

آنحضرتؐ کا کفیل آپؐ کا چچا ابو طالب تھا۔ اسی طرح حضرت خدیجہؓ کا ولی ان کا چچا عمرو بن اسد تھا کیونکہ آپ کا باپ خویلد حرب فجار سے پیشتر فوت ہو چکا تھا۔ حرب فجار ثانی کے وقت آنحضرتؐ کی عمر شریف بیس برس کی تھی۔

سنت ابراہیمی کے مطابق ابو طالب نے خطبہ نکاح پڑھا اور دین مہر اپنے ذمہ لیا۔

حضرت خدیجہؓ کے مال کا مصرف:۔ گو عام سیرت نویسوں نے اس عنوان کا ذکر نہیں کیا۔ کہ نکاح کے بعد حضرت خدیجہؓ کے مال کا کیا ہوا؟ لیکن ہم اللہ کے فضل سے جستجو سے اپنی اس تصنیف میں اس کمی کو پورا کر دیتے ہیں سو واضح ہو کہ آپ اوپر پڑھ چکے ہیں کہ آنحضرتؐ سے نکاح کرنے سے پیشتر حضرت خدیجہؓ کی سابقہ اولاد بھی تھی۔ سو حضرت خدیجہؓ نے اپنے مال کا ایک حصہ ان کو دیکر باقی مال آنحضرتؐ کے سپرد کر دیا۔ جیسا کہ

---

[1] عربوں میں باپ کے سب اوپر کے رشتہ داروں کو چچا اور نیچے کے سب رشتہ داروں کو چچا کا بیٹا اور عورتوں کو پھوپھی اور ماں کی طرف کے سب مردوں کو ماموں اور نیچے والوں کو ماموں کے بیٹے اور عورتوں کو خالہ اور انکی اولاد کو خالہ زاد بھائی بہن کہنے کا محاورہ عام تھا اور قریباً اسی طرح ہماری زبان میں بھی ہے، ورنہ اصل تعداد مراتب سے آنحضرتؐ کے والد حضرت عبد اللہ حضرت خدیجہؓ کے بھائی ہوتے تھے۔ جیسا کہ ہر دو نسب ناموں سے ظاہر ہے، ۱۲ منہ

[2] اس زمانہ میں عربوں میں شادی کے پیغام اور گفتگو کے متعلق بالغہ عورتوں کو انتخاب زوجیت میں آزادی تھی، اسلام نے بالغہ عورت کے حق انتخاب کو برقرار رکھا۔ جسے ایجاب کہتے ہیں لیکن بیجا اور بیجا کی صوابدید اور حفاظت حقوق وحمایت ناموس کے لئے ولی کی اجازت کو بھی ضروری قرار دیا۔ (احادیث مندرجہ مشکوٰۃ شریف ابواب النکاح) ۱۲ منہ

واقعات سے پتہ چلتا ہے اور آپؐ کو اس کے صرف کا کامل اختیار دیدیا تھا۔ حافظ ابن عبدالبر مغربیؒ استیعاب[1] میں حضرت خدیجہؓ کے ذکر میں باسناد خود حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے ان سے خطاب کر کے فرمایا:۔

(۱) اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے مجھے خدیجہؓ کے بدلے اس سے بہتر کوئی بیوی نہیں دی۔ وہ مجھ پر ایمان لائی۔ جب دیگر لوگوں نے کفر کیا۔ اور اس نے میری تصدیق کی جبکہ دیگر لوگوں نے میری تکذیب کی اور اس نے اپنے مال سے میری غمخواری کی۔ جبکہ لوگوں نے مجھے محروم رکھا اور اللہ تعالیٰ نے اس سے مجھے اولاد بخشی۔ جبکہ دیگر (مہروالی) عورتوں سے نہ دی۔

(۲) حافظ ابن قیمؒ اپنی مایہ ناز کتاب زادالمعاد میں حضرت خدیجہؓ کے ذکر میں فرماتے ہیں:۔
''یہ وہ بیوی ہے جس نے نبوت پر آپ کی تائید کی اور آپؐ کے ساتھ اپنی ہمت خرچ کی اور اپنے مال وجان سے آپ کی غمخواری کی۔''

(۳) شاہ عبدالقادر صاحبؒ موضح القرآن میں سورت والضحیٰ کے ذیل میں فرماتے ہیں۔ حضرت خدیجہؓ اپنی قوم میں اشراف تھیں اور مالدار، ان سے نکاح ہوا۔ سب مال انہوں نے حاضر کیا۔'' اسی طرح دیگر تفاسیر معالم وغیرہ میں بھی مرقوم ہے۔

ان حوالجات سے واضح ہو گیا کہ وفادار اور جاں نثار بیوی نے اپنا سارا مال آنحضرتؐ کی خدمت میں پیش کر دیا تھا اور آپؐ کو اس کے صرف کرنے کا کامل اختیار دے دیا تھا۔

آنحضرتؐ اپنے آباؤ اجداد کی طرح فیاض وسخی واقع ہوئے تھے اور آپ کا دست کرم بہت فراخ تھا۔ اس لئے آپ یہ مال قبل از نبوت اپنی خانگی ضروریات کے علاوہ خدمت خلق اللہ میں یعنی بیکسوں کی امداد مقروضوں کی ذمہ داری یتیموں کی پرورش، بیواؤں کی خبر گیری میں اور عہد نبوت میں ان مصارف کے علاوہ خدمت دین میں خرچ کرتے تھے۔

---

[1] استیعاب جلد ۲ ص ۷۲۱ مطبوعہ حیدرآباد دکن۔ نیز اصابہ مطبوعہ کلکتہ جلد ہشتم ص ۵۲۲ ذکر حضرت خدیجہؓ ۱۲ منہ

[2] زادالمعاد مصری جلد اول ص ۲۶ ۔ ۱۲ منہ آپ کے چچا ابو طالب اپنے مشہور قصیدہ لامیہ میں آپ کی توصیف میں فرماتے ہیں ثمال الیتمیٰ عصمۃ للارامل یعنی یتیموں کی پناہ اور بیواؤں کی ناموس کا محافظ ۔ ۱۲ منہ

مثلاً یوں کہ جب آیت وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ (پ۱۹) نازل ہوئی تو آپؐ اس کی تعمیل میں اپنی قوم کے چھوٹے بڑے لوگوں کو اپنے عم زاد بھائی حضرت علی مرتضیٰؓ کے ہاتھ دعوت طعام پر بلاتے اور ان کو تبلیغ دین کرتے۔[1]

نیز سیرت ابن ہشام میں ہے کہ رسول اللہ نبوت سے پیشتر سال اس مہینہ یعنی رمضان شریف میں گوشہ نشینی کرتے تھے۔ اور ہر مسکین کو جو آپؐ کے پاس آجاتا کھلاتے تھے۔ (حالانکہ وہ کھانا ایام گوشہ نشینی کے لئے بقدر کفاف ہوتا تھا)

آنحضرتؐ کے ان اخلاق اور مصارف خیرات کو حضرت خدیجہؓ اچھی طرح جانتی تھیں۔ جیسا کہ صحیح بخاری کی ابتداء وحی والی حدیث میں بالتصریح مروی ہے۔

نکاح سے پہلے حضرت خدیجہؓ کی بت پرستی ثابت نہیں

حضرت خدیجہؓ اسلام سے پیشتر بھی طہارت نفس کی ہر خوبی سے آراستہ تھیں۔ ان کے متعلق ہرگز ثابت نہیں کہ انہوں نے کبھی کسی بت پر نذر چڑھائی یا اس کو سجدہ کیا یا اس سے دعا کی یا اس کے نام کا وظیفہ جپا۔ پس ان کو معاذ اللہ بت پرست کہنا جیسا کہ مولنا شبلی مرحوم نے لکھا ہے[2]۔ بالکل نازیبا ہے۔ بلکہ مسند امام احمد میں روایت ہے کہ نکاح کے بعد حضرت خدیجہؓ کے ایک ہمسایہ نے آنحضرت کو یہ کہتے سنا کہ اللہ کی قسم میں لات اور عزیٰ کی عبادت نہیں کرتا۔ اللہ کی قسم میں ان کی عبادت ابد تک نہیں کروں گا۔ اس پر حضرت خدیجہؓ کہتی تھیں۔ لات کو بھی چھوڑیئے اور عزیٰ کو بھی چھوڑیئے۔ الحدیث (مسند امام احمد مطبوعہ مصر جلد چہارم صفحہ ۲۲۲)

علاوہ بریں یہ کہ موحدین عرب میں سے کئی ایک حضرت خدیجہؓ کے نزدیکی رشتے دار تھے۔ مثلاً ورقہ بن نوفل اور عثمان بن حویرث، یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ توحید کا عقیدہ حضرت خدیجہؓ کے خاندان میں رائج تھا۔ پس ممکن ہے کہ حضرت خدیجہؓ بھی قبل از نکاح موحدہ ہوں وللہ الحمد ۱۲۔

---

[1] ابن ہشام جلد اول نیز تاریخ طبری جلد ۲ ص ۲۰۶ نیز تاریخ حافظ ابن کثیرؒ جلد ۳ ص ۵ ۔ ۱۲ منہ

[2] سیرت النبیؐ جلد اول طبع اول تقطیع کلاں ص ۱۳۹ ۔ ۱۲ منہ

حضرت خدیجہؓ کی نماز:۔ مکہ شریف میں مسلمانوں کو امن حاصل نہ تھا۔ جو لوگ اکیلے اکیلے اسلام لاتے تھے۔ واقعات شاہد ہیں کہ وہ بیت اللہ شریف میں یا دیگر کھلی جگہ میں آزادی اور امن سے نماز ادا نہیں کر سکتے تھے۔ بلکہ جس طرح ممکن ہوتا۔ چھپ چھپ کر اکیلے اکیلے نماز پڑھتے تھے۔ حضرت خدیجہؓ علیہا السلام ہجرت مدینہ سے پہلے ایسے ہی حالات میں مکہ شریف میں فوت ہو گئیں، شریعت کے تفصیلی اور اجتماعی احکام مثلاً جمعہ، جماعت، اذان، صیام و قیام رمضان یعنی نماز تراویح باجماعت اور نماز عیدین وغیرہ مدینہ میں جا کر امن حاصل ہونے پر مقرر ہوئے۔ پھر بھی بعض روایتوں میں مذکور ہے کہ جب حضرت جبریلؑ نے رسول اللہ (ﷺ) کو وضو اور نماز سکھائی۔ تو آپؐ نے بموجب ارشاد ربانی وامر اھلک بالصلوة (طٰہٰ پ ۱۶) یعنی اے ہمارے حبیب! آپ اپنے اہل کو بھی نماز کا حکم کیجئے۔ وضو اور نماز کی کیفیت سکھائی اور حضرت خدیجہؓ رسول کریمؐ کے ساتھ خانہ کعبہ میں جا کر نماز ادا کرتی تھیں اور حضرت علیؓ بھی ساتھ ہوتے تھے[1] اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْن۔

۲۔ **ام المومنین حضرت سودہ**:۔ رسول کریمؐ (کلماذکر) نے حضرت خدیجہؓ کی زندگی میں کوئی دوسرا نکاح نہیں کیا تھا۔ حضرت خدیجہؓ آنحضرتؐ سے پیدا شدہ لڑکیاں (زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ) چھوڑ کر فوت ہوئی تھیں۔ حضرت زینب اور حضرت رقیہ شادی شدہ تھیں باقی دونا کتخدا تھیں۔ امور خانہ داری میں آنحضرتؐ کو دقت پیش آئی۔ حضرت سودہؓ قریش کے معزز خاندان بنی عامر سے تھیں۔ شروع زمانہ میں اسلام لائی تھیں حضرت عثمان بن مظعونؓ جو آنحضرتؐ کے منہ بولے بھائی تھے۔ ان کی بیوی حضرت خولہؓ کے مشورہ سے آنحضرتؐ نے حضرت سودہؓ کو شرف زوجیت بخشا۔ حضرت سودہؓ نہایت سخی اور صابر اور عبادت گزار تھیں۔ طبیعت کی سنجیدگی و متانت اور سیرت کی خوبی اس پر مزید تھی۔ حضرت عائشہؓ اور ان کا بہت جوڑ تھا۔ حضرت عائشہؓ فرمایا کرتی تھیں کہ سوائے سودہؓ کے کسی عورت کی نسبت میری یہ آرزو نہ ہوتی کہ میری روح اس کے چمڑے میں ہو حضرت سودہؓ تہجد کی نماز کے لئے آنحضرتؐ کے ساتھ اٹھتی تھیں اور آپؐ کے ساتھ شامل ہو کر نماز گزارتی تھیں[2]۔ بقول امام واقدی ۵۴ھ میں فوت ہوئیں۔

۱۔ تاریخ طبری مطبوعہ مصر جلد دوم ص ۲۱۰ تا ۲۱۲۔ ۱۲ منہ

۲۔ صحیح بخاری۔ ۱۲ منہ ۳۔ اصابہ جلد ہشتم ص ۶۵۷۔ ۱۲ منہ

۳۔ **ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ**:۔ آپ اوپر پڑھ آئے ہیں کہ آنحضرتؐ تہجد کے وقت عائشہؓ کو جگایا کرتے تھے۔ پس جو خاتون خود بھی نیک و سعادت مند ہو اور قدرت نے اس کی قسمت ایک بلند پایہ معبد و زاہد نبی اللہ سے جوڑ دی ہو اور اس میں قدرت کا بھی راز ہو کہ یہ خاتون اپنی صغر سنی میں پیغمبر اللہ (ﷺ) (کلماذکر) کی زیر تربیت رہ کر علمی اور عملی کمال حاصل کر کے آئندہ اپنی جنس کے لئے بہتر سے بہتر معلمہ و پیشوا ثابت ہو۔ تو لازم ہے کہ وہ اپنی حد میں جملہ علمی و عملی کمالات سے متصف ہو۔ پس جس طرح حضرت عائشہؓ علمی مشکلات کے حل کرنے میں مرجع صحابہؓ تھیں[1]۔ اسی طرح وہ عملی طور پر بھی نہایت ریاضت کش تھیں۔ تہجد کی نماز برابر پڑھتی تھیں۔ اشراق یا ضحیٰ بھی ترک نہیں کرتی تھیں۔ نفلی روزے بھی کثرت سے رکھتی تھیں۔ نماز تراویح خاص اہتمام سے باجماعت پڑھتی تھیں اور ختم القرآن سنتی تھیں۔ حج عموماً ہر سال کرتی تھیں۔ مکہ شریف میں رہتے ہوئے ہر سال حج کرنا کوئی مشکل امر نہیں ہے۔ لیکن مدینہ شریف سے جو مکہ شریف سے بارہ روز کے فاصلہ پر ہے۔ ہر سال حج کے لئے آنا آسان کام نہیں تھا۔

اس سے زیادہ محنت، جفاکشی، بلکہ جاں بازی کا کام جہاد ہے۔ حضرت عائشہؓ اس میں بھی شریک ہوتی تھیں۔ غازیوں کو پانی پلاتیں اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرتیں اور شہیدوں کی نعشوں کو میدان سے اٹھا اٹھا کر دوسری جگہ لے جاتی تھیں۔ ان کی یہ باتیں مجموعی طور پر کتب حدیث صحیح بخاری صحیح مسلم اور مسند امام احمد میں بصحت اسانید مرقوم ہیں جن کو ہم بخوف طوالت مضمون بالتفصیل نہیں لکھ سکتے۔ حضرت عائشہؓ بقول اکثر علماء ۵۸ھ میں فوت ہوئیں۔ رضی اللہ عنہا۔

۱۔ وہ واقعات کتب حدیث میں حضرت ابوموسیٰؓ اور دیگر صحابہؓ کی روایت سے مرقوم ہیں۔ جو اس وقت خارج از مقصود ہونے کی وجہ سے ہم نقل نہیں کر سکتے۔ ۱۲ منہ

۴۔ام المومنین حضرت حفصہؓ:۔ حضرت عمرؓ کی بیٹی تھیں۔ بیوہ ہو چکی تھیں۔ جنگ بدر کے بعد ۲ھ یا ۳ ہجری میں آنحضرتؐ کے عقد میں آئیں۔قریشیوں کے کئی گھرانے تھے، آنحضرتؐ عبد مناف کے بیٹے ہاشم کی اولاد سے تھے۔ بنو امیہ جن میں سے ابوسفیان اور حضرت عثمانؓ تھے۔ عبد مناف کے پوتے امیہ کی اولاد تھے۔ بنو مخزوم جن میں سے ابو جہل اور حضرت خالد بن ولیدؓ تھے۔ حضرت عمرؓ کے ننھیال تھے۔ ابو جہل حضرت عمر کا حقیقی ماموں اور صحیح الاسناد حضرت خالد کا چچازاد بھائی تھا۔ حضرت عمرؓ بنی عدی سے تھے۔ بنو امیہ اور بنو مخزوم خصوصیت سے آنحضرتؐ اور اسلام کے دشمن تھے۔ آنحضرتؐ کا چچا ابولہب اگرچہ ہاشمی تھا۔ لیکن اس کی بیوی ام جمیل ابوسفیان کی بہن تھیں۔ اور آنحضرتؐ کی سخت موذی دشمن تھی۔ پس اس کے اثر سے ابولہب بھی آنحضرتؐ اور اسلام کا سخت دشمن تھا۔ تینوں خاندانوں (بنو امیہ۔ بنو مخزوم اور بنی عدی) کے رشتہ داری کے اور حلیفانہ تعلقات بہت گہرے تھے۔

ان سب حالات کو نظر میں رکھتے ہوئے حضرت حفصہؓ کا آنحضرتؐ کی زوجیت میں آنا ان خاندانوں میں تعلقات بڑھ جانے سے اشاعت اسلام کے لئے بہت مفید و موثر تھا۔ ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ کے نکاح میں علاوہ دیگر مصلحتوں کے یہ مصلحت بھی مضمر تھی۔ کیونکہ آپ ابوسفیان کی بیٹی تھیں۔ جو بنو امیہ کا سردار اور اس وقت کا کفر پارٹی کا علمبردار تھا۔

حضرت حفصہؓ شب بیدار و عبادت گزار تھیں۔ نفلی روزے اس کثرت سے رکھتی تھیں کہ گویا ہمیشہ روزہ دار رہتی تھیں۔ حافظ ابن حجرؒ نے طبقات ابن سعدؒ سے نقل کیا اور اسے صحیح الاسناد کہا کہ نافع کہتے ہیں کہ حضرت حفصہؓ موت تک روزہ رکھتی رہی۔ غریب زاہدانہ زندگی بسر کرتی تھیں۔ دنیا کی زیب و زینت سے انس نہیں تھا۔

۵۔ام المومنین حضرت زینبؓ بنت خزیمہ ہلالیہ:۔ پہلے آنحضرتؐ کے پھوپھی زاد بھائی عبداللہ بن جحشؓ کے نکاح میں تھیں۔ وہ ۳ھ میں جنگ احد میں شہید ہو گئے۔ بعد عدت کے آنحضرتؐ کی زوجیت سے مشرف ہوئیں۔ طبعیت نہایت نیک اور متواضع پائی تھی۔ فقراء و مساکین پر شفقت کی وجہ سے ام المساکین کے لقب سے موصوف تھیں۔ نہایت قانع و عبادت گزار تھیں۔ صرف دو تین ماہ تک دنیا میں آنحضرتؐ کی رفیقہ حیات رہیں اور آنحضرتؐ کے سامنے ہی فوت ہو گئیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

۶۔ام المومنین حضرت ام سلمہؓ:۔ قریش کے معزز خاندان بنی مخزوم سے تھیں۔ مشہور امیر ابوامیہ مخزومی کی بیٹی تھیں۔ جو بہت سخی اور فراخ دل تھے۔ سفر میں اپنے سب رفقا کے مصارف بطیب خاطر خود برداشت کرتے تھے۔ اس لئے ان کا نام زادالراکب پڑ گیا تھا۔ حضرت ام سلمہؓ نے نہایت ناز و نعمت میں ایسے باپ کی تربیت میں پرورش پائی تھی۔ صورت، سیرت عقل، شکل ہر دو امر میں ممتاز تھیں متانت و سنجیدگی کی زندہ تصویر تھیں۔ اپنے چچا اور آنحضرتؐ کی پھوپھی برہ نام کے بیٹے عبداللہ بن عبدالاسد مخزومی سے بیاہی گئی تھیں۔ ان سے ان کے دو بیٹے عمر، سلمہ اور دو بیٹیاں زینب و درہ پیدا ہوئیں۔ سلمہ کے نام پر دونوں کی کنیت ابوسلمہ اور ام سلمہ ہوئی دونوں میاں بیوی قدیم الاسلام ہیں۔ ناز و نعمت میں پلے ہوئے اور آسائش و آسودگی سے زندگی بسر کرتے ہوئے اسلام لانے پر سخت مصیبتوں کا سامنا ہوا۔ جن پر وہ دونوں نہایت صبر و استقلال سے غالب آئے اور اسلام کا دامن نہ چھوڑا۔ ہر دو نے حبشہ کی طرف ہجرت کی صحیح بخاری میں حضرت ام سلمہؓ سے قبور انبیاء و صالحین کے متعلق نصاریٰ کی رسوم و عادات کی جو روایت ہے۔ وہ ان کے اسی سفر کی یادداشت ہے۔

حضرت عبداللہ (ابوسلمہؓ) کو جنگ احد میں زخم آیا۔ جس سے وہ تھوڑے عرصہ کے بعد فوت ہوگئے۔ عدت کے بعد آنحضرتؐ نے ان کو بھی اپنی زوجیت میں لے کران کی اولاد کو اپنی کفالت میں لیا۔ اور نہایت شفقت ومحبت سے پرورش کی۔

حضرت ام سلمہؓ نہایت سخی اور عبادت گزار تھیں، ان کی سخاوت کے واقعات بہت ہیں۔ کیوں نہ ہو سخی باپ کی بیٹی تھیں اور طبعی طور پر نیک تھیں سابقاً گزر چکا ہے کہ نماز تہجد میں اٹھا کرتی تھیں۔ حافظ ابن حجرؒ اصابہ میں ان کے متعلق فرماتے ہیں۔

كانت ام سلمة موصوفة بالجمال البارع و العقل البالغ والرای الصائب ''یعنی حضرت ام سلمہؓ فائق حسن وجمال اور کمال عقل اور تدبیر ورائے کی درستی سے موصوف تھیں۔''

امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے واقعہ کے بعد ۶۳۔۶۲۔۶۱ ہجری میں (علیٰ اختلاف الاقوال) فوت ہوئیں اور ان کی وفات سے آنحضرتؐ کی ازواج مطہرات کا اس دار فانی سے خاتمہ ہوگیا چونکہ سب سے آخر میں حضرت ام سلمہؓ کا انتقال ہوا۔ رضی اللہ عنھن

۷۔ **ام المومنین حضرت زینب بنت جحشؓ**:۔ آنحضرت (ﷺ) کی حقیقی پھوپھی امیمہ کی بیٹی تھیں۔ باپ کی طرف سے خاندان اسد بن خزیمہ سے تھیں۔ شروع دعوت اسلام میں مع اپنے بھائی بہنوں کے اسلام لائیں۔ محدث ابن اثیرؒ کے الفاظ یہ ہیں۔ **كَانَتْ قَدِيْمَةَ الْإِسْلَامِ** ۔ پھر آنحضرتؐ کے ساتھ ہجرت مدینہ بھی کی[1]۔ پہلے آنحضرتؐ کے منہ بولے بیٹے زید بن حارثہؓ کے نکاح میں آئیں لیکن بن نہ آئی تو ایک سال بعد طلاق

---

[1] اسی لئے آنحضرتؐ سے ان کا نکاح جائز ہوا۔ کیونکہ آپ کے نزدیکی رشتہ داروں (چچا پھوپھی ماموں اور خالہ) کی بیٹیوں سے آنحضرتؐ کے نکاح کے لئے یہ شرط بھی تھی کہ ان خواتین میں سے کسی نے آپ کے ساتھ ہجرت مدینہ کی ہو۔ (دیکھو سورت احزاب پ ۲۲) انہی حضرت زینب کے قصہ کے بعد آیت یَاۤاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَحْلَلْنَا لَکَ تا آخر ۱۲ منہ

[2] صحیح بخاری وغیرہ کتب حدیث میں حضرت زینبؓ کی زبانی یہ جو منقول ہے کہ اور بیبیوں کے نکاح ان کے ولیوں نے کئے اور میرا نکاح اللہ تعالیٰ نے کیا۔ اسکے یہی معنی ہیں کہ میرے نکاح کے متعلق اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کو آسمان سے وحی کی۔ دیگر بیبیوں کے نکاح کے متعلق خصوصی وحی نہیں ہوئی۔ یہ معنی نہیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نکاح کا خطبہ پڑھا ہو اور حضرت جبرائیل وکیل وگواہ ہوئے۔ فافہم۔ ۱۲ منہ

ہوگئی۔ بعد عدت کے اللہ کی وحی[2] سے آنحضرتؐ نے اپنی زوجیت میں لیا۔ جس سے متبنیٰ کی مطلقہ بیوی سے نکاح نہ کرنے کی ملکی رسم موقوف ہوگئی اور اللہ تعالیٰ نے اس نکاح کی علت غائی (علاوہ حضرت زینبؓ اور ان کے خاندان کی دلداری کے) یہی فرمائی ہے۔ **لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ**'' (احزاب پ ۲۲) آنحضرتؐ کو اس نکاح کی کوئی ذاتی ضرورت نہ تھی اور نہ آپؐ اس کے لئے تیار تھے۔ چونکہ کتاب سراجاً منیراً میں آنحضرتؐ کی ازواج مطہرات کا ذکر صرف انکے ذاکرات ہونے کی وجہ سے ہے اس لئے ہم اس جگہ حضرت زینبؓ کے نکاح اول اور حضرت زیدؓ کے آنحضرتؐ کے متبنیٰ بننے کی حکمت اور پھر آنحضرتؐ سے نکاح ہونے کی خصوصیات وتفصیلات اور احادیث متعلقہ کی شرح اور اس نکاح کے متعلق اس وقت کے کفار اور اس وقت کے عیسائی اور آریہ مخالفین کے اعتراضات کے جواب قصداً نظر انداز کرتے ہیں[1]۔

فضائل وخصائل:۔ حضرت زینبؓ نہایت ریاضت کش، عبادت گزار اور شب بیدار تھیں۔ نفلی روزے کثرت سے رکھتی تھیں۔ عادات میں طبعی سادگی تھی۔ جس کے حق میں شوہر کے اور شوہر بھی معمولی درجے کا نہیں بلکہ پیغمبر اللہ کے الفاظ **اَوَّاهَة**'' ہوں۔ یہ اس کی اتم درجے کی تعریف ہے۔ حافظ ابن عبد البرؒ ان کے ترجمہ میں باسناد نقل کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے حضرت عمرؓ سے خطاب کرکے فرمایا تھا کہ زینت **اَوَّاه**'' ہے۔ کسی نے پوچھا حضورؐ! اواہ (کے معنی) کیا؟ آپؐ نے فرمایا۔ **اَلْخَاشِعُ الْمُتَضَرِّعُ اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ لَحَلِيْمٌ ''اَوَّاهٌ'' ''مُنِيْبٌ''**۔ یعنی جو اللہ کی درگاہ میں فروتنی کرے اور گڑگڑا کر زاری کرے۔''

---

[1] حاشیہ میں اتنا ذکر کردینا ضروری ہے کہ وہ روایات جن کی رو سے مخالفین کو اعتراض کا موقع ملتا ہے۔ محدثین کے نزدیک قابل اعتبار نہیں ہیں حافظ ابن کثیرؒ اپنی تفسیر فرماتے ہیں۔ ذکر ابن ابی حاتم وابن جریرؒ ههنا آثارا عن بعض السلف رضی الله عنهم احببنا ان نضرب عنها صفحا لعدم صحتها فلا نوردها. ۱۲ منہ

اسی طرح اپنی تاریخ البدایہ والنہایہ میں بھی اس کا اشارہ کسی قدر صراحت کے ساتھ کرتے ہیں (ذکر نکاح حضرت زینب بنت جحشؓ جلد ۳ ص ۱۳۵، ۱۳۶) ۱۲ منہ

جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ کی نسبت فرمایا۔ اِنَّ اِبْرَاهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ ۔ ؎۱

استیعاب اصابہ اور تاریخ حافظ ابن کثیرؒ میں امہات المومنین حضرت عائشہ وام سلمہ (رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُنَّ كُلِّهِنَّ) سے جو روایات حضرت زینبؓ کے خصائل کے متعلق منقول ہیں۔ ان کا مجموعی خلاصہ حسب ذیل ہے۔

۱۔ عن عائشہؓ: حضرت زینب سے بڑھ کر دیندار۔ اللہ سے ڈرنے والی سچ بولنے والی، صلہ رحمی کرنے والی، زہد کے ساتھ اپنے ہاتھ سے دستکاری سے صدقہ کرنے والی اور اللہ کا قرب ڈھونڈنے والی کوئی عورت نہیں تھی۔

۲۔ آنحضرت ﷺ کی نظر میں قدرومنزلت میں میرے مقابلہ کی کوئی عورت زینب بنت جحشؓ کے سوا نہیں تھی۔ (استیعاب صفحہ ۷۳۴)

۳۔ حافظ ابن کثیرؒ اپنی تاریخ میں فرماتے ہیں:۔

"حضرت زینب بنت جحشؓ پہلی مہاجرات خواتین سے تھیں۔ کثیر الخیر اور کثیر الصدقہ تھیں۔ نیز حضرت عائشہؓ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے کوئی عورت حضرت زینبؓ سے دین میں بہتر اور اللہ سے ڈرنے والی اور سچ بولنے والی اور صلہ رحمی کرنے والی اور امانت وصدقہ والی ہرگز نہیں دیکھی۔ نیز بحوالہ صحیح بخاریؒ وصحیح مسلم حضرت عائشہؓ سے نقل کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے (واقعہ افک پر) میری بابت حضرت زینبؓ سے پوچھا اور وہ تھیں جو آنحضرتؐ کی ازواج میں سے میری مدمقابل تھیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کی پرہیزگاری کی وجہ سے بچالیا اور کہنے لگیں، یارسول اللہ! میں اپنے آنکھ اور کان کی حفاظت کر کے کہتی ہوں کہ میں نے (عائشہؓ میں) سوائے نیکی کے اور کچھ نہیں معلوم کیا۔" (تاریخ ابن کثیر جلد ۴ صفحہ ۱۴۸۔۱۴۹) ۱۲منہ

؎۱ استیعاب جلد ۲ ص ۷۳۴۔ ۱۲منہ

۴۔ عَنْ اُمِّ سَلَمَةَؓ كَانَتْ صَالِحَةً صَوَّامَةً قَوَّامَةً صَنَّاعًا تَصَدَّقُ بِذٰلِكَ عَلَى الْمَسَاكِيْنِ ؎۱ (اصابہ جلد ۸ صفحہ ۱۰۱) "یعنی حضرت زینبؓ صالحہ تھیں، عام طور پر نفلی روزے رکھنے والی رات کو تہجد کا قیام کرنے والی، دستکار تھیں۔ جس سے مساکین پر صدقہ کرتی تھیں۔"

یہ شہادت ان کی سوکنوں کی ہے۔ جس سے بڑھ کر دیگر کوئی شہادت نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ اکثر سوکنوں میں حسد وبغض رہتا ہے۔ جب وہ ان کی صلاحیت کی ایسی پرزور شہادت دیں تو ان کی صالحیت میں کیا کلام؟

خودداری بھی انسان میں خاص نیک صفت ہے۔ اس سے انسان اپنے پاؤں پر کھڑا رہتا ہے اور دوسرے کے سہارے پر زندگی گزارنے کی ذلت سے بچا رہتا ہے۔ حضرت زینبؓ میں یہ وصف بھی بدرجہ اتم تھا۔ چمڑہ رنگنے میں خوب مہارت تھی اور یہی ان کی دستکاری تھی۔ آنحضرتؐ کے بعد اسی پر گزر اوقات تھی اور اسی سے صدقہ خیرات کرتی تھیں۔ حضرت عمرؓ کو ازواج مطہرات کی آسائش واعزاز واکرام کا خاص خیال رہتا تھا۔ اپنے عہد خلافت میں سب ازواج مطہرات کے وظائف مقرر کئے اور حضرت زینبؓ کا بھی وظیفہ مقرر کیا اور ان کو بھیجا حضرت زینبؓ نے وہ سارا روپیہ جو دس بارہ ہزار درہم تھے۔ اپنے خویشوں اور دیگر مسکینوں پر صدقہ کردیا (فتوح البلدان البلاذریؒ) حضرت عمرؓ کو خبر پہنچی تو کہنے لگے۔ یہ ایسی خاتون ہے۔ جس سے نیکی حاصل ہوتی ہے۔ خود حاضر خدمت ہوکر سلام بھیجا اور کہا، آپ نے وہ مال تقسیم کردیا ہے، مجھے اس کی خبر پہنچ گئی ہے۔ میں آپکی ضرورتوں کے لئے ایک ہزار اور بھیجتا ہوں۔ لیکن آپ نے اسے بھی اسی طرح تقسیم کردیا اور کہنے لگیں اللہ! یہ مال مجھ کو آئندہ سال نہ پائے کیونکہ مال فتنہ ہوتا ہے (اصابہ)

؎۱ کتب رجال صحابہؓ وصحابیاتؓ سے یہ عاجز باستقراء اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ صحابہؓ زمانہ میں جو کوئی زہد وقناعت اور فقرودرویشی اور تعبد سے زندگی گزارتا تھا۔ اسے صالح کہتے تھے۔ کیونکہ عمل واخلاق میں صالحیت اور عادات میں سادگی طریق تصوف کا امتیازی وصف ہے۔ یہ امر میں نے اپنے مسلک کی تائید کیلئے تصنع سے نہیں بنایا۔ بلکہ استقراء سے یہی سمجھا ہے۔ واللہ اعلم! ۱۲منہ

موت کی تیاری:۔ آپ نے اپنا کفن اپنی اسی دستکاری سے اپنی زندگی ہی میں بنا رکھا تھا۔ بیماری کے دنوں میں وصیت کی کہ حضرت عمرؓ میرے لئے کفن بھیجیں گے، ایک کفن مجھے پہنا دینا اور دوسرا صدقہ کر دینا۔ سو آپ کی وفات پر حضرت عمرؓ نے کفن بھیجا۔ آپ کی ہمشیرہ حمنہؓ نے حضرت عمرؓ والا تو ان کو پہنا دیا اور ان کا اپنا تیار کردہ کفن صدقہ کر دیا۔

وفات اور جنازہ:۔ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد آپکی ازواج میں سے سب سے پہلے ۲۰ھ میں یہی حضرت زینبؓ فوت ہوئیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا تھا کہ "تم میں سے مجھ سے سب سے پہلے وہ ملیگی جو لمبے ہاتھ والی ہے۔" (صحیح مسلم)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ ہم (ازواج النبی) آنحضرتؐ کی وفات شریف کے بعد جب کسی ایک کے گھر میں جمع ہوتیں تو دیواروں پر ہاتھ رکھ رکھ کر ناپتی تھیں، ہم ایسا کرتی رہیں حتیٰ کہ (سب سے پہلے) حضرت زینبؓ بنت جحش فوت ہوئیں وہ چھوٹے قد کی تھیں اور ہم میں سے لمبی نہ تھیں، پس اس وقت ہم نے پہچانا کہ آنحضرتؐ کی صدقہ میں ہاتھ کا لمبا ہونا مراد تھی۔ حضرت زینبؓ دستکار تھیں[1]۔ آپ ۲۰ھ میں خلافت فاروقی میں فوت ہوئیں۔ اس وقت انکی عمر پچاس سال کی تھی۔ حضرت عمرؓ نے خود جنازہ پڑھایا۔ حضرت عائشہ نے ان کی وفات پر کہا۔ **لَقَدْ ذَهَبَتْ حَمِيدَةٌ مُتَعَبِّدَةٌ مَفْزَعُ الْيَتَامَى وَالْأَرَامِلِ**[2]، یعنی آہ! آج نیک بخت اور عبادت گزار اور یتیموں اور بیوہ عورتوں کی فریاد رس خاتون فوت ہوگئی۔

تنبیہ:۔ ہم نے حضرت زینبؓ کے خصائل کسی قدر طوالت سے اس لئے بیان کئے ہیں کہ امت محمدیہؐ کی صالحہ بیویاں نیکی میں ان کی پیروی کریں نیز کوئی دستکاری اور ہنر بھی سیکھیں تا کہ (اللہ نخواستہ) اپنے مصیبت کے وقت میں عزت کی زندگی بسر کرسکیں۔

واللہ الھادی والموفق للخیر۔

ل اور چمڑہ رنگ کر اور موزہ سی کر وہ اس مال کو فی سبیل اللہ صدقہ کر دیا کرتی تھیں، ۲ اصابہ جلد ۸ ص ۲۰۲

۸۔ ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ:۔ رملہ نام تھا۔ ابوسفیان کی دختر نیک اختر تھیں۔ ان کی والدہ صفیہ حضرت عثمانؓ کی پھوپھی تھیں۔ آنحضرتؐ سے ان کا نسب نامہ عبد مناف پر جا ملتا ہے، پہلے آنحضرتؐ کی پھوپھی امیمہ کے بیٹے اور ام المومنین حضرت زینب بنت جحشؓ کے بھائی عبیداللہ سے بیاہی گئیں۔ ان سے ان کی ایک دختر حبیبہ نامی پیدا ہوئی جس کی وجہ سے انکی کنیت ام حبیبہ ہوئی اور اصل نام کی نسبت زیادہ مشہور ہوگئی۔

حضرت زینبؓ کے ذکر میں گزر چکا ہے کہ آنحضرتؐ کی پھوپھی امیمہ[1] کی اولاد (بیٹے اور بیٹیاں) دعوت اسلام کے شروع ہی میں مشرف باسلام ہوگئی تھی۔ پس حضرت ام حبیبہؓ بھی اپنے سسرال والوں کے ساتھ ہی اسلام لے آئیں۔ لیکن ان کا باپ ابوسفیان اور دونوں بھائی یزید اور معاویہ، بہت دیر بعد فتح مکہ پر مسلمان ہوئے گویا حضرت ام حبیبہؓ اپنے باپ کے گھر میں سے سب سے پہلے ایمان لائیں۔

آپ نہایت سنجیدہ مزاج، کامل الایمان، مستقیم الحال اور صالح الاعمال خاتون تھیں۔ ابتدائے اسلام میں جو تکالیف دوسرے مسلمانوں پر تھیں۔ وہ ان پر بھی تھیں۔ لیکن انہوں نے نہایت استقامت سے ان کا مقابلہ کیا۔ چنانچہ اپنے خاوند کے ساتھ حبش کی ہجرت میں شریک حال تھیں۔ وہاں ان پر جو کیفیت گزری اس سے ان کی دینی استقامت اور ایمانی قوت کا اندازہ ہوسکتا ہے۔

یہ معلوم ہے کہ اہل مکہ میں اسلام سے پیشتر شراب نوشی کا رواج عام تھا۔ حبشہ میں پہنچکر عیسائیوں سے بود و باش کرنے سے عبیداللہ کی طبیعت قائم نہ رہی۔ چنانچہ عیسائی ہوگیا۔ اس نے حضرت ام حبیبہؓ کو بھی اپنے ساتھ ملانا چاہا۔ لیکن یہ ایمان پر قائم رہیں۔

ل آنحضرتؐ کی یہ پھوپھی امیمہؓ قریش کے خاندان بنو اسد خزیمہ میں بیاہی ہوئی تھیں یہ خاندان بنو امیہ کا حلیف تھا۔ پس حضرت ام حبیبہؓ کا آنحضرتؐ کی زوجیت میں آنا اس نظر سے بھی اسلام کے لئے مفید تھا۔ ۱۲ منہ

حضرت ام حبیبہؓ پر یہ وقت سخت ابتلا کا تھا۔ ملک عیسائی ہے۔ حکومت کا نظم و نسق عیسائی ہاتھوں میں ہے۔ یہ پردیس میں ہیں۔ عورت ذات ہیں۔ خاوند عیسائی ہو گیا۔ اس کا ساتھ چھوڑنا بھی سخت مشکل ہے ایسی حالت میں ضعیف الایمان کے لئے کئی قسم کے لالچ اور خوف موثر ہو سکتے ہیں۔ وطن دور ہے، میکے والوں کا حال معلوم ہے کہ سب کافر اور دین کے دشمن ہیں۔ جن لوگوں کے ہاتھوں ہجرت پر مجبور ہوئیں۔ وہ انہیں کے ساتھ کے ہیں۔ رئیس مکہ ابوسفیان کی بیٹی ہونے کے باوجود مکہ میں رہنے کی جگہ نہیں۔ ایسی حالت میں ایمان پر قائم رہنا آسان نہیں تھا۔ لیکن واہ رے! حضرت ام حبیبہؓ! اللہ کی ہزارہا بلکہ بیشمار رحمتیں ہوں آپ پر۔ کس استقلال و استقامت سے ایمان پر قائم رہیں۔ سبحان اللہ! یہ وہی کیفیت ہے۔ جو ہرقل شہنشاہ روم نے ابوسفیان وغیرہ تجار مکہ سے کہی تھی کہ جب ایمان کی بشاشت دل میں سرایت کر جائے (اور بطور خلط رابطی کے اس کے ساتھ متحد ہو جائے) تو آدمی دین سے نہیں پھر سکتا۔

جو لوگ اللہ کے رستے میں ایذاؤں اور مصیبتوں پر صبر کریں اور تکالیف کو برداشت کریں۔ اللہ تعالیٰ کا ان کو دنیا میں بھی نیک جگہ دینے کا وعدہ ہے۔ اس کے مطابق حضرت ام حبیبہؓ کی قسمت جاگی کہ آنحضرتؐ نے اپنے رشتہ کی قدامت اور اسلام کے سبب ان کی ہجرت اور پردیس میں خاوند کے عیسائی ہو جانے پر بھی دین میں استقامت کے لحاظ سے قدردانی فرمائی کہ نجاشی کو ام حبیبہؓ کے نکاح کے متعلق لکھا۔ نجاشی نے ام حبیبہؓ کو پیغام پہنچایا اور انہوں نے نہایت خوشی سے اس پیغام کو قبول کیا۔ جس کی تفصیل خود حضرت ام حبیبہؓ کی زبانی استیعاب وغیرہ کتب میں مذکور ہے۔

خصائل:۔ حضرت ام حبیبہؓ میں دینی حمیت بہت تھی۔ چنانچہ جب ان کا باپ ابوسفیان آنحضرتؐ سے صلح حدیبیہ کی میعاد بڑھانے کے لئے مدینہ شریف میں گیا اور حضرت ام حبیبہؓ کے گھر میں گیا اور رسول اللہ کے فراش (بچھونے) پر بیٹھنے لگا۔ تو حضرت ام حبیبہؓ نے بچھونا کھینچ کر لپیٹ دیا۔ ابوسفیان کہنے لگا۔ بیٹی (یہ کیا؟) کیا تو نے اس بستر کی وجہ سے مجھ

سے بے رغبتی کی ہے یا اس بستر سے میری وجہ سے؟ (یعنی اسے میرے لائق نہیں جانا) حضرت ام حبیبہؓ نے کہا (نہیں) بلکہ یہ رسول اللہ کا بستر ہے اور آپ مشرک نجس ہیں۔ ابو سفیان نے کہا۔ تجھے میرے پیچھے برائی لگ گئی ہے۔''

۲۔ حضرت ام حبیبہؓ میں رجوع الی اللہ بہت تھا۔ چنانچہ حافظ ابن حجرؒ نے اصابہ میں طبقات ابن سعدؒ سے حضرت عائشہؓ کی روایت سے ذکر کیا کہ حضرت عائشہؓ نے کہا۔ کہ حضرت ام حبیبہؓ نے اپنی موت کے قریب مجھے بلایا اور کہا ہم میں وہ باتیں ہو جاتی ہیں جو سوکنوں میں ہو جایا کرتی ہیں، سو مجھے معاف کر دینا۔ میں نے ان کو معاف کر دیا اور انکے لئے اللہ سے بخشش مانگی۔ اسی طرح انہوں نے حضرت ام سلمہؓ کو بھی بلا کر کہا اور ۴۴ھ میں مدینہ شریف میں فوت ہو گئیں[1]۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔

۹۔ **ام المومنین حضرت صفیہؓ:۔** آپ خیبر کے مشہور خاندان بنی نضیر سے تھیں۔ نسب میں حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ ۷ھ میں جب خیبر فتح ہوا تو یہ بھی سبایا[2] میں آئیں حضرت بلالؓ ان کو اور ان کے ایک چچیرے بھائی کو آنحضرتؐ کی خدمت میں لائے۔ ان کے ساتھ ایک اور عورت بھی تھی۔ حضرت بلالؓ ان کو اس رستے سے لائے۔ جس طرف یہودیوں کے مقتولوں کی لاشیں پڑی تھیں۔ جب اس عورت نے اپنی قوم کی لاشیں دیکھیں۔ تو وہ چیخنے چلانے۔ منہ پیٹنے اور سر پر خاک ڈالنے لگی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **اَغْرِبُوْا هٰذِهِ الشَّيْطَانَةَ عَنِّيْ** ''یعنی اس شیطان عورت کو میری نظر سے دور کر دو۔ اور حضرت بلالؓ سے فرمایا۔ **اَتَزْعَبُ الرَّحْمَةُ مِنْ قَلْبِكَ حِيْنَ تَمُرُّ بِالْمَرْاَتَيْنِ عَلٰى قَتْلَاهُمَا** ۱۲ یعنی جب تو ان دو عورتوں کو انکے مقتولوں کی لاشوں کے سامنے سے لیکر

---

[1] یہ سب واقعات استیعاب اور اصابہ میں مذکور ہیں۔ ۱۲ منہ

[2] قیدیوں۔ ۱۲ منہ

گزر رہا تھا۔ تو تیرے دل سے رحم دور ہو گیا تھا؟" یعنی تجھ کو اس رستے سے نہیں گزرنا چاہیے تھا۔ کیونکہ عورتیں ضعیف القلب اور کم حوصلہ ہوتی ہیں۔ سبحان اللہ! ہر ایک کو اس کی غلطی پر متنبہ کر دیا۔ اس عورت کو اس کی رسم جاہلیت کی پیروی کرنے پر اور حضرت بلالؓ کو دور اندیشی اور موقع شناسی کے خلاف کرنے پر۔

حضرت صفیہؓ کا اعزاز:۔ اوپر گزر چکا ہے کہ حضرت صفیہؓ حضرت ہارونؑ کی نسل سے تھیں۔ علاوہ اس شرافت نسبی کے حیثیت میں بھی سردار کی بیٹی اور سردار کی بیوی تھیں۔ جب آنحضرتؐ کی خدمت میں پیش کی گئیں۔ تو آپؐ سے عرض کیا گیا۔ **اِنَّهَا سَيِّدَةُ قُرَيْظَةَ وَالنَّضِيْرِ مَا تَصْلُحُ اِلَّا لَكَ** یعنی وہ قبیلہ بنی قریظہ اور قبیلہ بنی نضیر ہر دو کی سردار ہے۔ وہ سوائے آپ کے کسی دیگر کے لائق نہیں۔ "یعنی اس کی عزو بزرگی اس سے بہت بلند ہے کہ کسی سپاہی کے حصے میں آئے۔ اور لونڈی ہو کر رہے، وہ نبی اللہ کے گھر میں رانی ہو کر رہنے کے لائق ہے۔ پس آنحضرتؐ نے اسے اپنی ذات گرامی کے لئے مخصوص کیا اور لونڈی نہیں رہنے دیا۔ بلکہ آزاد کر کے اور نکاح میں لا کر شرف زوجیت بخشا۔ جس سے وہ واقعی رانی اور قیامت تک ام المومنین ہو گئیں[1] آنحضرتؐ نے ان کے نکاح کے ولیمہ پر اپنے اصحاب میں ستو اور کھجوریں تقسیم کیں۔ آنحضرتؐ ان کے اعزاز و اکرام کا لحاظ ہمیشہ رکھتے رہے۔ جیسا کہ واقعات آئندہ سے ظاہر ہو جائے گا۔ انشاء اللہ!

فائدہ نمبر ا:۔ حضرت صفیہؓ کے آنحضرتؐ کے نکاح میں آنے سے صدہا سال کے جدا شدہ دو ہم جدیوں میں پھر از سر نو رشتہ قائم ہو گیا۔ یعنی بنی اسحاق اور بن اسمٰعیل جو ایک ہی جد امجد حضرت ابراہیم کی اولاد تھے اور ایک دوسرے سے بیگانے ہو رہے تھے۔ ان میں پھر ملاپ ہو گیا۔ **اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ۔**

---

[1] یہ آنحضرتؐ کا دائمی خلق تھا۔ کہ آپؐ ہر قوم کے ذی عزت کی عزت کرتے تھے۔ قاضی عیاضؒ شفا میں نقل کرتے ہیں۔ كَانَ يُكْرِمُ كَرِيْمَ كُلِّ قَوْمٍ۔ ۱۲ منہ

فائدہ نمبر ۲:۔ آنحضرتؐ نے جو حضرت صفیہؓ کو شرف زوجیت بخشا۔ تو یہ شاہی دستور العمل کے عین مطابق ہے کہ اس سے مفتوح شاہی خاندان اور ان کے متعلقین کی عزت و حیثیت قائم رہتی ہے۔ سکندر نے جب دارا پر فتح پائی تو اس کی دختر سے شادی کر لی۔ اسی طرح محمد بن قاسم نے جب راجہ داہر والئے گجرات پر فتح پائی تو اس کی دختر کو شرف زوجیت بخشا۔ یہ چڑنے کی بات نہیں۔ بڑوں کی باتوں کو بڑے دل اور اونچی نظر سے دیکھنا چاہیے۔

خصائل و شمائل:۔ حضرت صفیہؓ صورت و سیرت ہر دو میں باکمال تھیں۔ ام سنان جو ان کی رسم عروسی میں شامل تھیں۔ کہتی ہیں۔ **كَانَتْ مِنْ اَضْوَءِ مَا يَكُوْنُ مِنَ النِّسَآءِ** عورتیں جہاں تک روشن چہرہ ہو سکتی ہیں۔ حضرت صفیہؓ ان عورتوں میں سے تھیں۔ سیرت میں بھی نہایت فراخ دل تھیں۔ جب خیبر سے مدینہ شریف میں آئیں اور خاتون جنت حضرت فاطمہؓ بھی ان کو دیکھنے آئیں۔ تو سونے کی بالیاں جو ان کے کانوں میں تھیں۔ ان میں سے بعض حضرت خاتون جنت کو اتار دیں اور کچھ ان عورتوں کو دیں جو حضرت فاطمہؓ کے ساتھ تھیں۔

استیعاب میں کہا ہے **كَانَتْ صَفِيَّةُ "حَلِيْمَةً" عَاقِلَةً فَاضِلَةً۔**

یعنی "حضرت صفیہؓ (مزاج کی حلیم، دماغ کی عقلمند اور (اخلاق میں) صاحب فضل و کمال تھیں۔ اسی طرح حافظ ذہبیؒ "تجرید" میں کہتے ہیں کانت من عقلاء النساء لها شرف فی قومها ۱۲

یعنی "حضرت صفیہؓ عقلمند عورتوں میں سے تھیں اور یہ اپنی قوم میں بہت معزز تھیں۔

زمانہ اسلام میں بھی اپنے یہودی رشتہ داروں سے صلہ رحمی کا سلسلہ نہیں توڑا۔

آپ کی ایک (بے وفا) لونڈی نے حضرت عمرؓ کے پاس شکایت کی کہ حضرت صفیہؓ یوم سبت (ہفتہ) سے محبت رکھتی ہیں اور یہودیوں سے احسان و سلوک کرتی رہتی ہیں۔ حضرت عمرؓ

نے آپ کو سلام بھیج کر دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ جب سے اللہ تعالیٰ نے مجھے سبت کے بدلے جمعہ دیدیا ہے مجھے اس کی محبت نہیں رہی اور رہے یہود، سو میرا ان سے رشتہ ہے اور میں اس وجہ سے ان سے سلوک کرتی رہتی ہوں۔[1] پھر حضرت صفیہؓ نے اس لونڈی کو بلا کر پوچھا کہ تجھ کو اس شکایت پر کس چیز نے آمادہ کیا تھا۔ اس نے جواب میں کہا ''شیطان نے''۔ آپ نے اس لونڈی کو آزاد کر کے رخصت کردیا۔ (موجب خفگی پر بھی احسان) سبحان اللہ (استیعاب)

۳۔ حضرت صفیہؓ کو آنحضرتؐ سے اور آنحضرتؐ کو ان سے کمال محبت تھی۔ چنانچہ جس بیماری میں آنحضرتؐ کی وفات شریف ہوئی۔ اس میں آپؐ کی سب ازواج مطہرات آپؐ کے پاس جمع ہو کر بیٹھیں۔ حضرت صفیہؓ نے کہا۔ حضور! میں آرزو رکھتی ہوں کہ جو تکلیف آپؐ کو ہے وہ مجھے ہو جائے۔ دیگر ازواج نے اس پر ان کی طرف گھور کر دیکھا آنحضرتؐ نے فرمایا۔ وَاللّٰہِ اِنَّھَا لَصَادِقَۃٌ''۔ یعنی واللہ! وہ سچی ہے۔ (مختصر)

۴۔ ایک دن آنحضرتؐ حضرت صفیہؓ کے حجرے میں تشریف لائے۔ تو آپ رو رہی تھیں۔ آنحضرتؐ نے دریافت کیا۔ تو انہوں نے عرض کیا۔ کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ کہتی ہیں کہ ہم دونوں آنحضرتؐ کے نزدیک تم سے زیادہ قابل عزت ہیں۔ اس لئے کہ ہم آپؐ کی ازواج ہونے کے علاوہ آپؐ کے چچیرے رشتہ سے ہیں۔ (یعنی ہم قریش ہیں۔ جن کی نسب اوپر جا کر آنحضرتؐ سے مل جاتی ہے) آنحضرتؐ نے فرمایا۔ تم نے ان سے کیوں نہ کہہ دیا کہ تم مجھ سے کس طرح بہتر ہو۔ میرے شوہر محمدؐ ہیں اور میرے باپ ہارونؑ ہیں اور میرے چچا موسیٰؑ ہیں۔ (استیعاب)

ل اسلام نے ان غیر مسلموں سے خصوصاً غیر مسلم رشتہ داروں سے احسان و سلوک بند نہیں کیا۔ جو تخریب اسلام میں سعی نہ کرتے ہوں (دیکھو سورت ممتحنہ پ ۲۸) ۱۲ منہ

۵۔ حصن حصین میں سنن ابی داؤد اور مستدرک حاکم کے حوالہ سے لکھا ہے کہ آنحضرتؐ (ایک دن) حضرت صفیہؓ کے پاس گئے تو ان کے سامنے چار ہزار گٹھلیاں رکھی تھیں۔ جن پر وہ وظیفہ تسبیحات پڑھتی تھیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا (صفیہ!) جب سے میں تمہارے سر پر کھڑا ہوں میں نے اس سے زیادہ[1] تسبیحات کہی ہیں انہوں عرض کیا (حضور!) وہ مجھے بھی سکھایئے آپؐ نے فرمایا:

سُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِی السَّمَاءِ وَ سُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ مَا خَلَقَ فِی الْاَرْضِ وَ سُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ مَا بَیْنَ ذٰلِکَ وَ سُبْحَانَ اللّٰہِ عَدَدَ مَا ھُوَ خَالِقٌ'' وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ مِثْلَ ذٰلِکَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ مِثْلَ ذٰلِکَ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مِثْلَ ذٰلِکَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ مِثْلَ ذٰلِکَ ۔

۶۔ حضرت عثمانؓ کے خلاف جو فتنہ سبائیوں نے کھڑا کیا تھا۔ اس میں دیگر امہات المومنین کی طرح حضرت صفیہؓ بھی حضرت عثمانؓ کی حامی تھیں، جب حضرت عثمانؓ اپنے سکونتی مکان میں محصور ہو گئے اور سبائیوں نے ان کا پانی وخوراک بند کردی۔ تو حضرت صفیہؓ خچر پر سوار ہو کر ان کی امداد کو چلیں، تو رستے میں اشتر نخعی ملا۔ جو کوفی باغیوں کے ساتھ مدینہ شریف میں آیا ہوا تھا۔ اس نے حضرت صفیہؓ کے خچر کے منہ پر ضربیں ماریں۔ حضرت صفیہؓ نے کہا۔ مجھے واپس جانے دو اور مجھے رسوا نہ کرو پھر آپ نے اپنے مکان اور حضرت عثمان کے مکان تک آنے جانے کے لئے سبط اکبر حضرت حسنؓ کو مقرر کیا اور ان کے ہاتھ طعام اور پانی بھیجتی رہیں۔ (اصابہ کتاب النساء)

روایت حدیث:۔ حضرت صفیہؓ سے کئی ایک اکابر تابعینؒ نے احادیث روایت کیں۔ ایک ان میں سے امام زین العابدین بھی ہیں۔

وفات:۔ آپ حضرت معاویہؓ کی خلافت میں ۵۰ھ یا ۵۲ھ میں فوت ہوئیں۔ رضی اللہ عنہا وارضاھا۔

ل زیادتی کبھی مقدار و تعداد میں ہوتی ہے اور کبھی قدر و قیمت اور ثواب و برکت میں۔ یہاں پر دوسری قسم کی زیادتی مراد ہے۔ ۱۲ منہ

۱۰۔ ام المومنین حضرت میمونہ ہلالیہؓ:۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی خالہ تھیں۔ آنحضرتؐ سے تہجد کی نماز سیکھنے کے لئے حضرت عبداللہ بن عباسؓ انہی کے گھر پر سوئے تھے۔[1] آنحضرتؐ کے ان سے کئی ایک رشتے تھے۔ ان کی بہنیں بہت تھیں۔ کچھ ماں باپ ہر دو کی طرف سے کچھ صرف باپ کی طرف سے اور کچھ صرف ماں کی طرف سے چنانچہ ذیل کی تفصیل سے یہ امر واضح ہو جائے گا۔

۱۔ انکی بڑی بہن لبابۃ الکبریٰ (ہر دو سے) آنحضرتؐ کے چچا حضرت عباسؓ کی بیوی تھیں۔ انہی کے بطن مبارک سے حضرت عبداللہ اور فضل وغیرہ چھ پسران حضرت عباسؓ صاحبان فضل وکمال پیدا ہوئے۔ عورتوں میں سے حضرت خدیجہؓ کے بعد سب سے پہلے یہی لبابۃ الکبریٰ ایمان لائیں۔ آنحضرتؐ ان کی ملاقات کو تشریف لایا کرتے تھے اور یہاں قیلولہ بھی فرمایا کرتے تھے۔ (استیعاب جلد ۲ صفحہ ۷۵۸)

۲۔ اسماء بنت عمیس (ماں سے) حضرت علیؓ کے بھائی حضرت جعفرؓ کے نکاح میں تھیں۔

۳۔ سلمیٰ بنت عمیس (ماں سے) آنحضرتؐ کے چچا حضرت حمزہؓ کی بیوی تھیں۔

۴۔ زینبؓ بنت خزیمہ (ماں سے) خود آنحضرتؐ کی ازواج مطہرات سے تھیں۔ ان کی نیکی اور سخاوت کی وجہ سے انکو ام المساکین کہتے تھے۔ نکاح کے بعد صرف دو ماہ زندہ رہیں اور آنحضرتؐ کے سامنے فوت ہو گئیں۔ ان کا ذکر سابقا گزر چکا ہے۔ حضرت سلمیٰ بنت عمیسؓ کے ذکر میں استیعاب میں لکھا ہے کہ یہ ان بہنوں میں سے ایک ہیں۔ جن کے حق میں آنحضرتؐ نے فرمایا۔ "اَلْاَخَوَاتُ مُؤْمِنَاتٌ"۔ یعنی سب بہنیں مومن ہیں۔[2]

---

[1] صحیح بخاری ۱۲ منہ

[2] استیعاب جلد دوم ص ۷۳۷۔ ۱۲

اس تفصیل سے واضح ہو گیا کہ آنحضرتؐ سے انکے رشتے کتنی جہت سے تھے، حضرت میمونہؓ بیوہ ہو چکی تھیں۔ حضرت عباسؓ کو انکی آبادی کی فکر تھی۔ ان سے پیشتر انکی بہن حضرت زینب آنحضرتؐ کے نکاح میں تھیں۔ جو دو ماہ زندہ رہ کر فوت ہو گئیں۔ ان سب باتوں پر نظر کر کے حضرت عباسؓ نے آنحضرتؐ سے کہا تو آپؐ نے چچا صاحب کی صوابدید کو درست جان کر حضرت صفیہؓ کے نکاح کے بعد حضرت میمونہؓ کو بھی شرف زوجیت بخشا اور پانچ صد درہم مہر مقرر ہوا۔ یہ واقعہ ۷ھ میں فتح خیبر کے بعد آنحضرتؐ کی عمرۃ القضا سے واپسی پر ہوا۔ مقام سرف پر رسم عروسی ادا کی گئی۔ قدرت اللہ کی کہ قریبا نصف صدی کے بعد یعنی ۵۱ھ میں اسی مقام پر ان کا انتقال ہوا۔ آنحضرتؐ کا یہ آخری نکاح تھا۔ ان کے بعد آپؐ نے کوئی نکاح نہیں کیا اور بقول بعض ان کی وفات ۶۰ھ کے بعد ہوئی اور آنحضرتؐ کی ازواج میں سب سے آخر میں یہی فوت ہوئیں۔ لیکن یہ واقدی کی روایت ہے اور اس میں نزاع ہے۔[1] سب سے آخر حضرت ام سلمہ فوت ہوئیں۔[2]

خصائل:۔ حضرت میمونہؓ نہایت نیک سیرت تھیں۔ حضرت عائشہؓ کے الفاظ ہیں۔ **اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ اَتْقَانَا لِلّٰهِ وَاَوْصَلِنَا رَحِمًا**۔[3] یعنی "وہ (حضرت میمونہؓ) ہم میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والیوں میں سے اور بڑھ کر صلہ رحمی کرنے والیوں میں سے تھیں۔ علم وعمل ہر دو میں صاحب فضل وکمال تھیں۔ ان کے بھانجے حضرت عبداللہؓ وغیرہ نے ان سے بہت کچھ سیکھا۔ رضی اللہ عنھم اجمعین۔

---

[1] اصابہ جلد ہشتم ص ۷۹۶۔ ۱۲ منہ۔ [2] اصابہ جلد ہشتم ص ۷۹۵۔ ۱۲ منہ

خاتمہ

حضرت میمونہؓ آنحضرتﷺ کی آخری بیوی ہیں۔ نام یمن وبرکت کا حامل ہے۔ ان کی عادات بھی یمن وبرکت والی تھیں۔ ہم بھی بطور حسن خاتمہ اپنے اس مضمون کو انہی کے ذکر پر ختم کرتے ہیں اور امت کی خواتین مسلمہ سے امید رکھتے ہیں کہ وہ اپنی ماؤں یعنی ازواج مطہراتؓ کے حالات سے ذکر اللہ اور تقویٰ وطہارت اور اخلاق کی بلندی وپاکیزگی کا سبق لینگی۔ واللہ الموفق! اور اسی نقطہ نگاہ سے ہم نے ازواج مطہرات کے حالات کی تفصیل اس کتاب میں جس کا موضوع صوفیانہ طرز زندگی ہے۔ بیان کی ہے۔ واللہ الھادی!

یہ کتاب اللہ کی توفیق سے اختتام کو پہنچی۔ اللہ! تو اسے اپنے فضل سے قبول فرما اور اسے میرے لئے اور اس کے پڑھنے اور اس پر عمل کرنیوالوں کے لئے زادِ آخرت بنا۔ آمین

آخر میں ناظرین سے التماس ہے کہ اس فقیر حقیر پر تقصیر کے حق میں نیک دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے احسن عمل کی توفیق دے اور خاتمہ بالخیر سے جان قبض کرے۔ آمین

خادم سنت رسول کریمؐ، امیدوار مغفرت رب رحیم

عاجز محمد ابراہیم میر سیالکوٹی

تمّت بالخیر

مختلف حالات وحاجات کی دعائیں

۱۔ مال میں برکت وافزونی:۔ مال میں افزونی اور برکت کی طلب ہو تو یہ درود شریف پڑھے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَعَلَى الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ (رواہ ابی سعیدؓ)

ترجمہ:۔ یا اللہ! درود بھیج اوپر اپنے بندے اور اپنے رسول محمد (ﷺ) کے اور اوپر سب مومن مردوں کے اور مومن خاتونوں کے اور اوپر سب مسلمان مردوں اور سب مسلمان خواتین کے۔

کتنی دفعہ پڑھے:۔ حدیث شریف میں اس کے لئے خاص تعداد اور وقت کی قید نہیں۔ جس طرح اور حاجات کی دعائیں بغیر تخصیص تعداد اور وقت کے بطور وظیفہ پڑھی جاتی ہیں۔ اسی طرح اپنی اس حاجت یعنی مال کی افزونی اور برکت کو ذہن میں رکھ کر یہ درود شریف جب تک مال میں برکت مطلوب ہے بطور وظیفہ پڑھتے رہیں اور وقت اور تعداد اپنی فراغت اور شغل پر نظر کر کے خود مقرر کرلیں۔

۲۔ ادائے قرض کی دعا:۔ اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِيْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ (ت مس) (رواہ الترمذی)

ترجمہ:۔ یا اللہ! کفایت کر مجھے ساتھ اپنے حلال کے اپنے حرام سے اور بے پرواہ کر مجھے ساتھ اپنے فضل کے اس سے جو تیرے سوا ہے۔

دیگر دُعاء:۔ اَللّٰهُمَّ فَارِجَ الْهَمِّ كَاشِفَ الْغَمِّ مُجِيْبَ دَعْوَةِ الْمُضْطَرِّيْنَ رَحْمٰنَ الدُّنْيَا وَرَحِيْمَهَا اَنْتَ تَرْحَمُنِيْ فَارْحَمْنِيْ بِرَحْمَةٍ تُغْنِيْنِيْ بِهَا عَنْ رَحْمَةِ مَنْ سِوَاكَ (مس مز) (رواہ ابی بکر الصدیقؓ)

ترجمہ:۔ یا اللہ! جو تو کھولنے والا ہے فکر کا، اور دور کرنے والا ہے غم کا اور قبول کرنے والا ہے دعا بیقراروں کی، تو دنیا کا رحمٰن بھی ہے اور اس کا رحیم بھی۔ تو ہی مجھ پر رحم کرے گا۔ پس مجھ پر رحمت کر ایسی رحمت، کہ تو مجھے بے پرواہ کردے۔ اپنے ماسوا کی رحمت سے۔

نوٹ:۔ اس کی بھی تعداد اور وقت مقرر نہیں حسب مذکورہ بالا اپنی فراغت اور شغل کو دیکھ لیں اور نماز کے قعدہ اخیرہ میں پڑھنا مفید ہے۔

toobaa-elibrary.blogspot.com

۳۔ کوئی شے گم ہو جائے تو پڑھے:۔ اَللّٰھُمَّ رَآدَّ الضَّآئَۃِ وَھَادِیَ الضَّلٰلَۃِ اَنْتَ تَھْدِیْ مِنَ الضَّلَالَۃِ ارْدُدْ عَلَیَّ ضَآئَتِیْ بِقُدْرَتِکَ وَ سُلْطَانِکَ فَاِنَّھَا مِنْ عَطَآئِکَ وَفَضْلِکَ۔ (رواہ ابن عمرؓ)

ترجمہ:۔ یا اللہ! گم شدہ کے واپس لانے والے اور بھولے ہوئے کو راہ دکھانے والے! تو ہی راہ دکھاتا ہے بھول جانے پر، واپس لا میری گم شدہ چیز کو اپنی قدرت سے اور اپنے اختیار سے، پس وہ تیری ہی بخشش سے ہے اور تیرے ہی فضل سے ہے۔

نوٹ:۔ اس کو لکھ کر کاغذ کو دروازے پر لٹکا دے۔

۴۔ نظر بد کا دم:۔ جس چیز پر نظر بد کا اندیشہ ہو یا اس پر اثر ہو گیا ہو۔ تو یہ تعویذ پڑھ کر دم کرے یا لکھ کر گلے میں ڈال دے۔

اَعُوْذُ بِکَلِمٰتِ اللّٰہِ التَّآمَّۃِ مِنْ شَرِّ کُلِّ شَیْطَانٍ وَّھَآمَّۃٍ وَّمِنْ شَرِّ کُلِّ عَیْنٍ لَّامَّۃٍ (خ عدر) (رواہ ابن عباسؓ وابن مسعودؓ)

ترجمہ:۔ پناہ پکڑتا (پکڑتی) ہوں میں ساتھ اللہ کے کامل کلمات کے، ہر شیطان کی شرارت سے اور زہریلے جانور سے اور ہر برائی پہنچانے والی آنکھ کی شرارت سے۔"

۵۔ آسیب جنات کا دم:۔ آسیب زدہ کو سامنے بٹھا کر اس تعویذ سے دم کریں۔ خدا کے فضل سے آسیب جاتا رہیگا۔ اَعُوْذُ بِوَجْہِ اللّٰہِ الْکَرِیْمِ النَّافِعِ وَبِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّآمَّاتِ الَّتِیْ لَا یُجَاوِزُھُنَّ بَرٌّ وَّلَا فَاجِرٌ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَذَرَاَ وَبَرَاَ وَمِنْ شَرِّ مَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمِنْ شَرِّ مَا یَعْرُجُ فِیْھَا وَمِنْ شَرِّ مَا ذَرَاَ فِی الْاَرْضِ وَمِنْ شَرِّ مَا یَخْرُجُ مِنْھَا وَمِنْ شَرِّ فِتَنِ اللَّیْلِ وَالنَّھَارِ وَمِنْ شَرِّ کُلِّ طَارِقٍ اِلَّا طَارِقًا یَّطْرُقُ بِخَیْرٍ یَا رَحْمٰنُ (رواہ ابن مسعودؓ)

ترجمہ:۔ پناہ پکڑتا (پکڑتی) ہوں ساتھ اللہ صاحب کرم اور مالک نفع کی ذات کے اور ساتھ خدا کے کامل کلمات کے جن سے چارہ نہیں کسی نیک کو اور کسی بد کو اس شے کی برائی سے جو اس نے بنائی اور پھیلائی اور پیدا کی اور اس کی برائی سے جو اترے آسمان سے اور چڑھے آسمان میں اور اس شے کی برائی سے بھی جو اس نے پھیلائی زمین میں اور اس شے کی برائی سے بھی جو نکلے زمین سے اور رات اور دن کے فتنوں کی برائی سے اور ہر آنے والے کی برائی سے مگر وہ آنے والا جو آئے ساتھ بھلائی کے، اے نہایت مہربان (اللہ)

تَمَّتْ بِالْخَیْرِ